نمبر ۱۸ | مورخہ ۳۰ اگست سنہ ۱۹۲۹ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

فتنہ انگیز اور شرارت پسند ہوش کریں

احمدی ہر حالت میں اپنی عزت جان اور مال کی حفاظت کرینگے

حضرت امام جماعت احمدیہ کا تار ناظر صاحب اعلیٰ کو

سرکاری مذبح کو سکھوں کے منہدم کر دینے کے بعد بر اجازت حکام ایک عمارت عارضی طور پر اس کام کے لئے استعمال کی جا رہی تھی۔ کہ اس قسم کی افواہیں پھیلنے لگیں۔ سکھ اور ہندو اس پر بھی حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کی اطلاع جب حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کو سرینگر پہنچی۔ تو حضور نے حسب ذیل تار جناب ناظر صاحب اعلیٰ کو دیا:-

سرینگر۔ ۲۴ راگست حکام افواہوں اور خبروں کی اطلاع فی الفور حکام کو بھیجدینی چاہیئے۔ گورنر کمشنر ڈپٹی کمشنر انسپکٹر جنرل اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو تار دینے چاہئیں۔ کہ پہلے مذبح کے حادثہ کے وقت اس کے تحفظ کے لئے ہماری جماعت نے باہر کے حکام سے امداد نہیں لی تھی۔ کیونکہ پولیس وہاں موجود تھی۔ ہم لوگوں کو امید تھی کہ پولیس بھی حفاظت کریگی لیکن چونکہ پولیس نے ایسا نہ کیا۔ نہ ماتحت حکام نے ضلع کے ذمہ دار افسروں کو بروقت خطرے کی اطلاع دی۔ مذبح روز روشن میں مسمار کر دیا گیا اور تحقیقات کے دوران میں حادثے کے اصلی محرکین ابتک گرفتار نہیں کئے گئے۔ اس لئے ان لوگوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں اور سب مسلمانوں اور بالخصوص احمدیوں کی عزت۔ جان اور مال خطرے میں ہیں۔ اس لئے اگر اب غیر مسلموں نے موجودہ عارضی مذبح پر حملہ کیا۔ جو ایک احمدی کی ملکیت اور احمدی آبادی میں واقع ہے۔ تو ہم ہر حالت میں اسکی حفاظت کریں گے۔

مدینۃ المسیح

سری نگر سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ معہ قافلہ بخیر و عافیت ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بخیریت سری نگر پہنچ گئے ہیں۔

آجکل افسر ڈاک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی جو مرکزی دفتر ڈاک کے انچارج ہیں۔ جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب بی اے بی ٹی ہیں۔

ایام زیر رپورٹ میں دو بار خوب زور کی بارش ہوئی موسم بہت خوشگوار رہا۔

مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل کو مباحثہ کے لئے بذریعہ تار سری نگر بلایا گیا ہے۔ جہاں ایک عرصہ سے غیر مبائعین جماعت کے خلاف لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کو کوہمری اطلاع بھیجی گئی ہو کہ وہ بیرینگ روانہ ہو جائیں۔

اخبار احمدیہ فلسطین و شام

تبلیغ کے لئے سفر

برادرم مصباح الدین العابودی کے ہمراہ ان کے گاؤں کفراللبد میں گیا۔ امام قریہ اور دوسرے لوگ ملنے کے لئے آئے۔ اور مجھ سے پادریوں کے اسلام پر اعتراضات کے جوابات دریافت کرتے رہے۔ جواب سنکر نہایت خوش ہوئے۔ رات کو دیہاتی رواج کے موافق نمبردار نے رؤساء قریہ کو بھی دعوت طعام دی۔ کھانے کے بعد بہت سے اور لوگ بھی اکٹھے ہوگئے۔ اور رات کے بارہ بجے تک مختلف مسائل کے متعلق گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں وفات مسیح کے مسئلہ پر بھی بحث ہوئی۔ تقریباً سب نے وفات مسیح کا اقرار کر لیا۔ مسیح کو برادرم مصباح الدین کے چند رشتہ داروں کے سامنے جو ملاؤں کے رنگ میں رنگین ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اس سفر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے دیہاتوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر پہنچ جائیگی

مسلمانوں کی افسوسناک حالت

کفراللبد جاتے ہوئے راستہ میں طولکرم میں ایک روز ٹھیرے وہاں کے حاکم صلح اور قاضی سے مسلمانوں کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت پر گفتگو ہوئی۔ کہ وہ کیونکر فقر شدید میں مبتلا اور زندان جہل میں اسیر و گرفتار ہیں اور انکی ہمسایہ اقوام کیسے اوج ترقی پر ہیں۔ آخر میں حاکم صلح نے کہا۔ آج سے ساٹھ ستر سال قبل لوگ کہتے تھے لم یبق من الاسلام الا اسمہ کہ اسلام کا صرف نام ہی رہ گیا ہے۔ مگر اب یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ اسلام نام کا بھی نہیں رہا ؛

جبر و اکراہ

چند روز کا عرصہ ہوا۔ جب مشائخ نے دیکھا۔ کہ زبانی مخالفت کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے باز نہیں آتے۔ تو انہوں نے یہ ٹھان لی۔ کہ جس طرح ہو سکے جبر و اکراہ سے۔ مخالفت کا طوفان بے تمیزی برپا کرکے جہلاء کو بھڑکا کر غرضکہ جائز و ناجائز وسائل استعمال کرکے احمدیوں کو واپس کیا جائے چنانچہ ایک شخص کو المجلس الاسلامی کے واسطہ سے بلوایا۔ جس نے اپنی تقریروں میں ہمارے خلاف خوب زہر اگلا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جہاں کوئی احمدی ملے جہلاء اُسے گالیاں دینے لگے۔ ایک دو سے خفیف سی لڑائی بھی ہوئی۔ اور خفیہ چند اوباشوں کی احمدیوں کو اذیت پہنچانے کے لئے جماعت بھی تیار کی گئی۔ اور بعض کو علیحدہ بلوا کر دھمکانا شروع کیا اور ہر قسم کا خوف دلایا گیا۔ اسی اثناء میں مناظرہ کے لئے خط و کتابت بھی جاری رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے مناظرے سے گریز کیا اور ہماری پیشکردہ شرائط کو منظور نہ کیا۔ آخر اپنی سازشوں کے ذریعہ دو شخصوں کو اس امر پر مجبور کیا۔ کہ وہ ارتداد اختیار کریں۔ پھر ایک سے [illegible] کی قسم لی کہ وہ میرے پاس قطعاً نہ آئے۔ لیکن جہاں تک

تحقیق سے معلوم ہوا۔ اور جیسا کہ ایک نے ان میں سے خود میرے پاس بیان کیا۔ انہوں نے لوگوں کی دھمکیوں سے ڈر کر یہ کام کیا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ ان کی وحشت و درندگی اور جبرہ دستیوں سے تنگ آکر اپنی ملازمتوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ مناظرہ کے متعلق خط و کتابت شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جس کے ساتھ ہی بعض ان اعتراضات کا بھی جواب دیا جائے گا۔ جو انہوں نے اپنے لیکچروں میں کئے ؛

تحریری تبلیغ

ایک ڈاکٹر نے شام سے کتاب التعلیم کے مقدمہ پر جس میں مکرمی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے مسئلہ امکان نبوت پر بحث کی ہے۔ نوٹ لکھ کر بھیجا جس کا مفصل جواب انہیں لکھ کر بھیجا گیا۔ اسی طرح برادرم محمد نواز خان صاحب سیکرٹری تبلیغ بغداد اور برادرم میاں احمد گل صاحب نے بعض اشخاص کے اسماء بھیجے تھے جن کے نام تبلیغی خطوط اور کتب روانہ کی گئیں۔ موصل سے ایک شخص نے لکھا ہے کہ آپ کی مرسلہ کتب پڑھ کر احمدیت کے متعلق مجھے جو شکوک تھے وہ زائل ہو گئے ہیں ؛

دعا کے لئے درخواست

برادرم ممدوح حقی امتحان میں اچھے نمبروں پر کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان کے مدرسے کے ۴۵ طلباء شامل امتحان ہوئے جن میں سے صرف پانچ پاس ہوئے۔ اور کل علاقہ شام سے امتحان میں شامل ہونیوالوں کی تعداد تین سو تھی۔ جن میں سے صرف ۳۵ پاس ہوئے نیز افندی الحقی نے جتنے مضامین کا امتحان دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ خلاف توقع دعاؤں کی برکت سے نہایت اچھے نمبروں پر کامیابی ہوئی۔ دو مضمون باقی رہ گئے۔ جن کا رخصتوں کے بعد امتحان دیں گے ان کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز ان دنوں مخالفت کی شدت کی وجہ سے تقریباً سب احمدیوں پر کسی نہ کسی رنگ میں ابتلاء آیا ہے۔ اسلئے ان کی ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا فرمائی جائے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی قبولیت حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ خادم جلال الدین شمس از حیفا فلسطین

قادیان کے مذبح کے انہدام پر

ڈسٹرکٹ مسلم لیگ گورداسپور کا احتجاج

حکام سے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ

ذمہ وار سکھ لیڈروں کی قابل تعریف روش

گورداسپور ۲۴ اگست۔ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ گورداسپور قادیان کے بوچڑ خانہ کے انہدام کو مسلمان قوم کے جائز حق اور احساسات کی توہین خیال کرتی ہے اور اسکی رائے ہے۔ کہ اس ملک کے امن و امان کے لئے کسی قوم کو دوسری قوم کے جائز حقوق اور مذہبی امور سے تعرض نہ کرنا چاہیئے۔ لہذا لیگ حکام سے باادب ملتمس ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے مفاد کا تحفظ کیا جائے ؛

یہ لیگ اکالی راہنماؤں کے ذمہ وارانہ طرز عمل کو قدر و استحسان کی نگاہوں سے دیکھتی ہے نیز امرتسر کے اکالی اخبار کے اس صاف اور کھلے اعلان کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہے کہ سکھ بحیثیت قوم گائے کو مقدس خیال نہیں کرتے۔ یہ لیگ متوقع ہے کہ نمائندہ اکالی انجمنیں اس علاقہ کے سکھوں کو ترغیب دینے اور دونوں قوموں کے تعلقات خوشگوار رکھنے کی غرض سے امن پسند مسلمانوں کی مدد کرنے کے لئے آگے بڑھیں گی ؛ (صدر مسلم لیگ)

جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کا بیان مذبح قادیان کے متعلق

چند ماہ پیشتر ہندو اخبارات میں میری طرف سے ایک اعلان شائع ہوا تھا کہ میں قادیان کے قریب اپنے گاؤں میں مذبح کے خلاف ہوں۔ اس سے یہ غلط فہمی پھیلائی گئی کہ گویا میں مذبح کے اور ذبح بقر کے خلاف ہوں۔ حالانکہ ... میرا یہ منشاء تھا میں مذبح کا مؤید ہوں۔ بعض ہندوؤں کے ... اصرار پر کہ مذبح اگر میرے ملکیتی گاؤں میں بنایا گیا تو قادیان کے بہت قریب ہوگا۔ اور ہندوؤں کے احساسات کو ٹھیس لگنے کا احتمال ہے ... [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ر اگست ۱۹۲۹ء | جلد ۱۷

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

پنجاب سائمن کمیٹی کی رپورٹ پر تبصرہ

مسلم ارکان کی غلطیاں اور اُن کے ازالہ کی تجاویز

(حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کے قلم سے)

پنجاب کے تمام مسلم اخبارات میں اس وقت شور پڑ رہا ہے کہ پنجاب سائمن کمیٹی کے مسلمان ممبروں نے جس رپورٹ پر اپنے دستخط ثبت کئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے منافع کے خلاف ہے۔ چونکہ سائمن کمشن کی آمد پر ہماری جماعت کی طرف سے بھی ایک میموریل پیش ہوا تھا۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس رپورٹ کے اس حصہ کے متعلق جو اس وقت زیر بحث ہے۔ اپنے خیالات ظاہر کروں ؏

پچپن کی بجائے اکاون فیصدی

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس کمیٹی کے مسلمان ممبروں نے اس تجویز پر دستخط کئے ہیں۔ کہ پنجاب کی کونسل میں کل ایک سو پینسٹھ ممبر ہوں جن میں سے ۸۳ ممبر مسلمان ہوں۔ اور باقی ہندو، سکھ، مسیحی وغیرہ اگر اس تجویز پر عمل کیا جائے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کو بجائے پچپن فی صدی کے اکاون فیصدی سے بھی کم ممبریاں ملتی ہیں۔

مسلمان ممبروں کی غلطی

مجھے پہلے سے یہ معلوم تھا۔ کہ بعض لوگ مسلمانوں میں یہ تحریک کر رہے ہیں۔ کہ اگر وہ اپنے مطالبہ کو کم کر کے مذکورہ بالا حد تک لے آئیں۔ تو گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ کارکن ان کے مطالبات کی تائید کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ میں نے جس وقت یہ بات سُنی۔ اسی وقت بھی اس کی مخالفت کی۔ اور اب بھی اس کا سخت مخالف ہوں۔ اور میرے نزدیک پنجاب سائمن کمیٹی کے مسلمان ممبروں نے اس بات کو تسلیم کر کے سخت غلطی کی ہے۔ حقیقی بھی اور سیاسی بھی۔ اللہ تعالےٰ اس کے بدنتائج سے مسلمانوں کو بچائے

اظہار رائے میں تاخیر کی وجہ

افسوس ہے کہ بوجہ سفر پر ہونے کے اُردو اخبارات جو قادیان کے پتہ پر جاتے رہے تھے۔ مجھے دیر میں ملے۔ اور سفر کی وجہ سے میں اس امر کے متعلق اس سے پہلے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکا۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ موجودہ حالات میں میرا خاموش رہنا قومی مفاد کے مخالف ہوگا۔ اس وجہ سے باوجود دیر ہو جانے کے میں اپنے خیالات کے اظہار سے نہیں رُک سکتا ؏

مُسلمان ممبروں سے تعلقات

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ دونوں مسلمان ممبران جو اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ مجھے عزیز ہیں۔ ایک تو خود اس جماعت کے فرد ہیں۔ جس کی خدمت اللہ تعالےٰ نے میرے سپرد فرمائی ہے۔ اور میں ان کی بے نفسی اور دیانت پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں۔ کہ جیسا اپنے نفس پر۔ اور دوسرے صاحب یعنی سردار سکندر حیات خان صاحب چند ایک دفعہ کی ملاقات میں اپنی سعادت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا نقش میرے دل پر جما چکے ہیں۔ اور مجھے ان سے محبت ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جذبہ یک طرفہ نہیں۔ لیکن باوجود اس کے جو کچھ خدا تعالےٰ نے موجودہ صورت کے متعلق مجھے سمجھایا ہے۔ اس کی بناء پر میں ان عزیزوں کے کئے کی علی الاعلان تغلیط سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور مجھے یقین ہے کہ جلد یا بدیر یہ دونوں عزیز اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے۔ گو مجھے شک ہے کہ ان کا ایسا اعتراف ہمیں کوئی فائدہ بھی دے سکیگا یا نہیں ؏

اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کا اصل

آج سے آٹھ سال پہلے میں نے یہ اصل مختلف سیاسی لیڈروں کے سامنے پیش کیا کہ ممبریوں کی تقسیم کے متعلق یہ قاعدہ ہونا چاہیئے۔ کہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ان کے حق سے زائد انہیں دیا جائے۔ بشرطیکہ کسی صوبہ کی اکثریت اقلیت میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اس اصل کو اب عام طور پر مسلمان تسلیم کر چکے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ غیر اقوام کے غیر متعصب اصحاب بھی اس کی معقولیت سے انکار نہیں کر سکتے ؏

مسلمان ممبروں کی تسلیم کردہ تجویز

میں سمجھتا ہوں۔ کہ مسلمان ممبروں کی تسلیم کردہ تجویز اس اصل کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ گو انہوں نے ظاہر میں مسلمانوں کے لئے اکثریت کی تجویز کی ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ برابری ہے۔ بلکہ ہندوؤں کی دولت اور ان کے اثر کو دیکھتے ہوئے برابری سے بھی کم ہے۔ ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ممبروں میں سے تراسی کے معنے یہ ہیں۔ کہ ایک فی صدی کی زیادتی بھی مسلمانوں کو نہیں دی گئی۔ حالانکہ انہیں تعداد کے لحاظ سے دس فی صدی زیادتی حاصل تھی۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایک سو پینسٹھ میں سے ایک کی زیادتی۔ زیادتی نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی نظام ایسا مضبوط نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ایک آدمی کو بھی باہر نہ جانے دے۔ اور اس تعداد کا تسلیم کر لینا کہ جس کی وجہ سے صرف ایک آدمی کے پھر جانے سے اکثریت اقلیت بن جائے نہایت ہی خطرناک ہے اس میں اخلاقاً بھی مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ دنیا کی نظر میں وہ اکثریت کے حقوق حاصل کر چکے ہونگے۔ اور اگر جیسا کہ ان حالات میں اُمید ہے۔ انہیں نقصان پہنچا۔ تو دنیا یہی کہے گی۔ کہ جو باوجود اکثریت کے اپنے جائز حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ خود ہی نالائق ہیں پارلیمنٹ کی تاریخ سے واقف لوگ جانتے ہیں۔ کہ چار پانچ فی صدی کی اکثریت بھی اکثریت نہیں سمجھی جایا کرتی۔ اور ان حالات میں اکثر حکومتیں مستعفی ہو جایا کرتی ہیں۔ پس ایک فیصدی اکثریت ہرگز اکثریت نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے تسلیم شدہ اور عقلاً ناقابل تردید اصل کو مسلم ممبران نے اپنی پیش کردہ تجویز سے بالکل رد کر دیا ہے ؏

لفظی کثرت ہرگز ہمیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ کثرت وہ کہلا سکتی ہے جو معقول حد تک موثر ہو۔ ورنہ لفظ کثرت اپنے اندر ہرگز کوئی ایسا جذب نہیں رکھتا۔ کہ ہم محض اس کی خاطر ملک میں اختلافات پیدا کر لیں ؏

جہاں تک میں سمجھتا ہوں مسلمان ممبران کمیٹی کو بعض اصولی غلط فہمیاں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے ایسی سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے ؏

پہلی غلطی

اوّل ان کو یہ یقین دلایا گیا ہے۔ کہ گورنمنٹ موجودہ صورت میں ان کی تائید کرے گی۔ پس اس خیال سے کہ ان کے مطالبات ضرور منظور ہو جائیں۔ اور کم سے کم وہ اکثریت جو اب غیرمسلموں کو حاصل ہے۔ دور ہو جائے۔ انھوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ حالانکہ انھیں یہ سوچنا چاہئے تھا۔ کہ اس وقت یہ سوال نہ تھا۔ کہ کیا منظور ہوگا۔ یا نہ ہوگا۔ بلکہ قومی مطالبات کو پیش کرنا مطلوب تھا۔ پس خواہ گورنمنٹ ان کے مطالبات کی کس قدر بھی مخالفت کرتی۔ اُنھیں چاہئے تھا۔ کہ وہ اپنے مطالبات سے ایک اِنچ بھی ادھر اُدھر نہ ہوتے۔ تاکہ ایک دفعہ مسلمانوں کے مطالبات ان کے نمائندوں کے ذریعہ سے ریکارڈ میں آجاتے۔ اگر گورنمنٹ انھیں تسلیم نہ کرتی۔ تو اس کی مرضی تھی۔ ہمارے مطالبات پھر بھی موجود رہتے اور ہم ہر وقت ان پر زور دے سکتے تھے۔

دوسری غلطی

دوسری غلطی انہیں یہ لگی ہے۔ کہ انھوں نے اپنے متعلق یہ خیال کر لیا کہ وہ بطور جج کے اس کمیٹی کے ممبر بنے تھے۔ اور اس وجہ سے جس طریق کے متعلق انھوں نے خیال کیا۔ کہ اس سے سمجھوتے کی صورت نکل آئے گی۔ اسے پیش کر دیا۔ حالانکہ وہ جج نہ تھے۔ بلکہ وکیل تھے۔ اور ایک وکیل کی حیثیت میں ان کا فرض تھا۔ کہ وہ ان لوگوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے جن کے وہ وکیل تھے۔ دیانت اور امانت کا تقاضا ہوتا ہے۔ کہ وکیل اپنے موکل کی ترجمانی کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ تو اپنے عہدہ سے استعفا دیدے۔

مسلمان ممبران ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ مسلمانوں کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ کہ وُہ ان کے خیالات کی تردید کریں۔ اور یہ ظاہر کریں۔ کہ انھوں نے مسلمانوں کے خیالات کی ترجمانی نہیں کی۔ بے شک مسلمانوں کے لئے یہ دروازہ کھلا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آئینی طرزِ حکومت میں عوام کی رائے کونسی سمجھی جایا کرتی ہے۔ آیا وہ رائے جو اس کے آئینی نمائندے ظاہر کرتے ہیں۔ یا وُہ رائے۔ جو پبلک جماعتیں ظاہر کیا کرتی ہیں۔ کونسلوں کے ممبر ہرگز اس امر سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔ کہ آئینی حکومت کے قیام کے بعد پبلک مجالس کی رائے کونسلوں کے نمائندوں سے بہت کم وزن دار خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ گورنمنٹ آف انڈیا متواتر اس امر کا اظہار کر چکی ہے کہ اسمبلی کے نمائندوں کی رائے کو ہی ہم ملک کی رائے سمجھیں گے۔ کیونکہ وہ منتخب شدہ نمائندے ہیں۔ پس ان حالات میں مسلمان نمائندے ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ان کی رائے کو ذاتی رائے سمجھ لیا جائے۔ جن لوگوں کے پاس ان کی رائے جائے گی۔ وہ ہرگز اسے ذاتی رائے قرار نہیں دینگے۔ بلکہ ملکی مجالس کی رائے پر ان کی رائے کو ترجیح دینگے۔ اور اسے پبلک کی حقیقی آواز قرار دینگے۔ لیکن انہیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ وہ پبلک کی حقیقی آواز نہیں ہے۔ بلکہ جس حد تک بھی ہمارے ملک کے حالات کے مطابق پبلک کی رائے معلوم کی جاسکتی ہے۔ پبلک کی رائے ان کے خلاف ہے۔ حتیٰ کہ اکثر ممبران کونسل کی رائے بھی ان کے خلاف ہے۔ پس جبکہ گورنمنٹ برطانیہ نے آئینی دستور کے مطابق ان کی رائے ہی کو پبلک کی رائے قرار دینا تھا۔ تو ان کا دیانتدارانہ فرض تھا۔ کہ اگر پبلک کی رائے کے مطابق جو ان سے پوشیدہ نہ تھی۔ وہ رائے نہیں دے سکتے تھے۔ تو ممبری سے استعفا دیدیتے۔ اور اگر وہ پبلک کی رائے کے ساتھ اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ یا شدید اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ تو ان کو چاہئے تھا کہ وُہ پورے زور سے مسلمانوں کے مطالبہ کو پیش کرتے۔ اور کسی دوسرے شخص کی بات کو قبول نہ کرتے۔ مگر افسوس کہ انھوں نے دونوں باتوں میں سے ایک کو بھی قبول نہ کیا۔

تیسری غلطی

تیسری غلطی جو ان صاحبوں کو معلوم ہوتا ہے۔ یہ لگی ہے۔ کہ انھوں نے خیال کر لیا۔ کہ جس قدر مطالبات کو کم کیا جائے۔ اسی قدر وہ معقول معلوم ہونگے۔ اور ان کے منظور ہونے کا زیادہ احتمال ہوگا۔ حالانکہ یہ اصل بالکل غلط ہے۔ یہ اصل صرف دیندار۔ خدا ترس۔ لوگوں کے سامنے چلتا ہے۔ جو لوگ موجودہ سیاسیات کی دلدل میں پھنس رہے ہیں۔ وہ اس اصل کو نہیں جانتے۔ ان کے پیش نظر تو صرف یہ بات ہوتی ہے۔ کہ جو مطالبہ بھی پیش کیا جائے۔ اس کے متعلق سودا کیا جائے آپ اگر اپنے حق سے پچاس فیصدی بھی کم کرکے پیش کرینگے۔ تو فیصلہ کرنے والا امن کو قائم رکھنے اور دونوں فریق کے خیالات سموتے کے نام سے انہیں اور کم کر دے گا۔ سکھوں پر لوگ ہنستے ہیں۔ لیکن انھوں نے نہایت عقلمندی سے کام کیا۔ کہ تیس فیصدی کا مطالبہ کیا۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر ان کا پروپیگنڈا کامیاب ہُوا۔ تو وہ اس مطالبہ کی وجہ سے بیس فیصدی تو لے ہی لینگے۔ اصل میں تو مسلمانوں کو پنجاب میں ساٹھ فیصدی کا مطالبہ کرنا چاہئے تھا۔ اور پورے زور سے اس پر قائم رہنا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ ان کو ان کے حق کے قریب قریب مل جاتا۔ مگر اپنے حق سے تو ذرہ بھر بھی کم کا مطالبہ ان کے لئے زہر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اگر اس زہر کا ازالہ نہ ہُوا۔ تو جو انھوں نے مانگا ہے۔ وہ بھی ان کو نہ ملے گا۔

چوتھی غلطی

چوتھی غلطی مسلم ممبران کو یہ لگی ہے۔ کہ انھوں نے پنجاب کے حالات کو مدنظر نہ رکھتے ہُوئے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ جب وہ علیحدہ نمائندگی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تو انصاف چاہتا ہے۔ کہ پھر وہ پُورے حق کا مطالبہ نہ کریں کیونکہ یہ انصاف کے خلاف ہے۔ کہ وہ قانون کے زور سے ایک زبردست اکثریت حاصل کر لیں۔ حالانکہ انھیں یہ سمجھنا چاہئے تھا۔ کہ اگر حالات علیحدہ نمائندگی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ تو خواہ مسلمان اس ذریعہ سے اقلیت کا ہی مطالبہ کرتے۔ یہ ناجائز ہوتا۔ لیکن اگر زبردست اکثریت کے اپنے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہو کر تعداد کے لحاظ سے زیادہ۔ لیکن سیاستاً کمزور اکثریت علیحدہ انتخاب کا صرف تھوڑے سے عرصہ کے لئے مطالبہ کرتی ہے۔ تو یہ انصاف کے مخالف نہیں۔ بلکہ بالکل مطابق ہے۔ کہ وہ اپنی تعداد کے برابر نمائندگی کا مطالبہ کریں۔

پھر ایک اور بھی سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر کچھ عرصہ کے بعد مسلمان مشترک انتخاب کو قبول کر لیں۔ تو موجودہ مسودہ میں وہ کونسی شق ہے۔ جو اس امر کا دروازہ کھلا رکھتی ہے۔ کہ اس وقت انھیں اپنی تعداد کے مطابق حق مل جائے گا۔ محض کمیٹی کے ذہنی خیالات تو اس وقت مسلمانوں کو نفع نہیں پہونچا سکیں گے۔

غلطی کے ازالہ کی صورتیں

کمیٹی کی تجویز کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بعد میں اس امر کو لیتا ہوں۔ کہ اب اس غلطی کا ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے:-

(۱) سب سے اول تو میرے نزدیک کمیٹی کے مسلمان ممبروں کا فرض ہے۔ کہ جب انہیں معلوم ہو چکا ہے۔ کہ مسلمان اکثریت ان کی اس تجویز کے مخالف ہے۔ تو وُہ ایک نوٹ لکھ کر کمیشن کو روانہ کر دیں۔ کہ ہماری اس تجویز کو صرف ذاتی رائے قرار دیا جائے۔ ہمیں معلوم ہُوا ہے۔ کہ مسلمان اکثریت اس کے مخالف ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے لئے ان کے حق کے مطابق نمائندگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ میں بتا چکا ہوں۔ کہ آئین دستور کے مطابق وہ اپنی قوم کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اس امر میں وہ قومی رائے کی نمائندگی نہیں کر رہے ہیں۔ پس اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا ان پر واجب ہے۔ ان کا تقرر گورنمنٹ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی قوم کی طرف سے ہُوا ہے۔ اور اس کے خیالات کے متعلق گورنمنٹ کو اگر غلط فہمی لگے۔ اور وہ اس کا ازالہ نہ کریں۔ تو وہ ایک بہت بڑی اخلاقی ذمہ داری کی ادائگی سے قاصر رہینگے۔

(۲) اگر وُہ ایسا نہ کریں۔ تو دوسرے مسلمان ممبرانِ کونسل کو جو اس معاملہ میں رائے عامہ کی تائید میں ہوں۔ ایک میموریل بنا کر اس کی ایک ایک کاپی گورنمنٹ پنجاب۔ سائمن کمیشن۔ اور انڈین سائمن کمیٹی کے پاس بھیج دینی چاہئے۔ کہ اس سوال کے متعلق ہماری رائے میں ہمارے نمائندوں نے ہماری نمائندگی نہیں کی۔ پس اس رائے کو ان کی ذاتی رائے سمجھا جائے۔ مسلمانوں کے نمائندوں کی کثرت اس تجویز کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔

(۳) مختلف سیاسی انجمنیں اور نمائندہ جماعتیں ایسے ریزولیوشن پاس کر کے مذکورہ بالا تینوں جماعتوں کو بھجوا دیں۔ جن میں کہ مسلمانوں کے خیالات کی اس بارہ میں صحیح ترجمانی ہو۔ لیکن چونکہ سیاسی انجمنوں کا صحیح طور پر انتخاب نہیں ہوتا۔ اور وہ باوجود اپنے بڑے بڑے ناموں کے صرف چند سو آدمیوں کی نمائندہ ہوتی ہیں۔ اول الذکر یا اگر اس پر عمل نہ ہو۔ تو ثانی الذکر تجاویز زیادہ کارآمد ہونگی۔ اگر مسلم نمائندوں نے اول الذکر تجویز کے مطابق عمل نہ کیا۔ تو مَیں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت اپنے خیالات سے مذکورہ بالا تینوں جماعتوں کو آگاہ کر دیگی۔

ایک نہایت مفید تجویز

ایک اور تجویز ہے جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے آواز اٹھائی ہے۔ اور وہ کمیٹی کی یہ تجویز ہے۔ کہ ایک حصہ مرکزی مجلس کا صوبجات کی کونسلوں کے توسط سے چُنا جائے۔ میں اس امر میں ان اخبارات کی رائے سے متفق نہیں۔ میرے نزدیک انھوں نے غور نہیں کیا۔ کہ صوبہ جات کی کونسلوں کی خود اختیاری کو قائم رکھنے کے لئے اور مرکزی مجلس کو اس کی حدود کے اندر رکھنے کے لئے یہ تجویز ایک نہایت مفید آلہ ہو سکتی ہے۔ ممالک متحدہ میں اس غرض کو پُورا کرنے کے لئے سینٹ کام دیتی ہے۔ اگر کونسل آف سٹیٹ کا انتخاب اسی اصول پر نہ ہو۔ تو کسی قدر تعداد اسمبلی کے ممبروں کی ضرور اسی طرح چُنی جانی چاہئے۔ اور اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ نہ کہ نقصان۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو دوسرے ہندو صوبہ جات بھی مسلمانوں کے اس مطالبہ کی ہمیشہ تائید کرینگے۔ کہ صوبہ جات کو کامل اندرونی آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ ایسے ممبر صوبہ جات کی کونسل کے وکلاء کے طور پر ہوں گے۔ مگر یہ ایک جزوی سوال ہے۔ اس پر اس قدر زور دینے کی بھی ضرورت نہیں۔

مسلمان اخبارات سے خطاب

میں آخر میں مسلمان اخبارات کو اس طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا موجودہ اختلاف چاہتا ہے۔ کہ ہماری آپس کی مخالفت خواہ کیسی پُر زور ہو۔ مگر اس میں نیتوں پر حملہ نہ ہو۔ اور اگر دل میں ہمیں یقین بھی ہو جائے۔ کہ ایک شخص محض نیک نیتی سے کام نہیں کر رہا۔ تو بھی قومی کاموں میں ایسے خیالات کے اظہار سے ہم حتے الوسع باز رہیں۔ تاکہ بجائے فائدہ کے نقصان نہ ہو۔ اگر اس شخص کی نیت خراب ہوگی۔ تو اس کا اندرونہ خود ظاہر ہو کر رہے گا۔ اور خدا تعالےٰ اس سے گرفت کرے گا۔ لیکن اگر ہم اپنے اندازہ میں غلطی کرینگے۔ تو یقیناً ہم گناہ گار بنیں گے۔ پس ہمیں اپنی نکتہ چینی کو صرف ظاہر تک محدود رکھنا چاہیئے۔ اور دلوں کے اسرار کو نکالنے کی یا سمجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر اخلاقی اور مذہبی بناء پر ہم ایسا نہ کریں۔ تو کم سے کم سیاسی مصلحت کے طور پر ہی اس طریق کو اختیار کرلیں۔ اس کے اختیار کرنے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ بالکل ممکن ہے۔ کہ اگر وہ شخص جس سے ہمیں اختلاف ہے۔ حد سے تجاوز نہیں کر جاتا۔ تو اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو جائے۔ اور ہماری خرابی کا موجب نہ بنے۔ بلکہ ہمارا دست و بازو بن کر ہماری تقویت کا باعث ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ جب میری اور جماعت کی رائے زیر بحث مسئلہ میں مسلمانوں کی کثرت رائے کے مطابق تھی۔ تو کیوں چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے اس کے خلاف رائے دی۔ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ چودھری صاحب کو نہ میں نے کوئی ہدایت دی۔ اور نہ دینی مناسب تھی۔ کیونکہ وہ میری طرف سے یا جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر کمیٹی میں نہ گئے تھے۔ ہر ایک احمدی اگر اُسے سچے طور پر مجھ سے اختلاف ہو۔ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجھ سے اختلاف رکھ سکتا ہے۔ ہاں اگر اختلاف ایسا ہوتا۔ کہ جس پر عمل کرنا یا جس کا ظاہر کرنا تفرقہ۔ تشتت یا تباہی کا موجب ہوتا۔ تو میرا حق تھا کہ میں قبل از وقت معلوم ہونے پر اُس کے اظہار سے اُنہیں روک دیتا۔ اور اگر وہ اخلاقاً اپنی موجودہ پوزیشن میں اس کے اظہار سے باز نہ رہ سکتے۔ تو ان کا فرض ہوتا۔ کہ وہ اس عہدہ سے استعفار دیدیتے۔ اور میں کامل یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر ایسا موقعہ ہوتا۔ تو چودھری صاحب ایسا ہی کرتے۔ مگر چونکہ یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس لئے اُن پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ

مسلم معاصرین سے گذارش

ان اسلامی معاصرین سے جنہوں نے پنجاب سائمن کمیٹی کی رپورٹ پر تنقید کی ہے۔ التماس ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا یہ مضمون اپنے صفحات میں درج کریں۔ خاصکر معزز معاصر "انقلاب" کو ضرور درج کرنا چاہیئے جس نے اس بارہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ سے اظہار رائے کی تحریک بھی کی تھی۔

آریوں کی عجیب حالت

ہمارے وطنی دوست آریہ بھی عجیب چیز ہیں۔ جس بات کو ان کا جی چاہے۔ اور جسے اختیار کرنے کے لئے حالات زمانہ انھیں مجبور کریں۔ وُہ خواہ ان کے صدیوں کے عمل اور رواج کے کتنی ہی خلاف ہو اور اسکی مخالفت کے انکے دھرم میں کتنے ہی پُر زور احکام موجود ہوں۔ اُسے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اپنے رشیوں مُنیوں کے حوالے بھی اس کے جواز میں دینے لگ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی عجیب تر حالت ان کی اس وقت ہوتی ہے۔ جب وہ کوئی ایسی بات اختیار کرتے ہیں۔ جو اسلام میں آج سے تیرہ سو سال قبل سے پائی جاتی ہے۔ اور جس پر آریہ اعتراضات کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر اب اس پر خود عمل کرنے کی نہایت سختی کے ساتھ ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

اس وقت اگر انھیں صرف اتنا کہہ دیا جائے۔ کہ یہ راہ جو تم اختیار کرنا چاہتے ہو۔ اسلام کی بتائی ہوئی ہے۔ اور عرصہ سے تمہارے اعتراضات کا نشانہ بن چکی ہے۔ تو آپے سے باہر ہو جاتے اور جو کچھ منہ میں آئے۔ اُگلنے لگتے ہیں۔

اس امر کا تازہ ثبوت ان الفاظ سے مل سکتا ہے۔ جو ۲۴ اگست کے "آریہ گزٹ" میں شایع ہوئے ہیں۔ اور جو یہ ہیں۔

آرین تہذیب

"آریہ گزٹ" "یہ قادیانی سمجھ سے بالاتر ہے" کے عنوان سے لکھتا ہے:۔ "ایک پتی برت یا ایک پتنی برت ایک ایسی بات ہے جو مسلمانی دماغ میں آ ہی نہیں سکتی۔ جس تہذیب نے ایک استری کو کھیت سمجھ رکھا ہو جس تہذیب میں ایک آدمی چار استریوں کے ساتھ ایک وقت میں شادی کرسکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اپنی مرضی کے موافق لونڈیاں اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے۔ جہاں ایک استری ایک آدمی کو طلاق دے کر دُوسرے سے شادی کرسکتی ہے۔ اُس تہذیب میں پلے ہوئے ایک لائق سے لائق آدمی کے دماغ میں "پتی برت اور پتنی برت" کی باتیں آ ہی نہیں سکتیں۔ وُہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایک کے لئے دُوسرا اپنے آپ کو کس طرح قربان کرسکتا ہے"

ہم ان الفاظ کی تلخی اور مرارت کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ سوامی دیانند جی کے سچے پیرو ہونے کا آریہ ایڈیٹروں کے پاس سوائے اس کے ثبوت ہی کیا ہے۔ کہ ان کی درشت کلامی کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ وُہ سوامی جی کے بیسیوں کھلے کھلے احکام پر نہ تو خود عمل کرتے ہیں۔ اور نہ دوسروں سے کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے خلاف تحریکیں کرتے رہتے ہیں۔ پس جبکہ آریہ ایڈیٹروں کے پاس لے دے کر اپنے سوامی کی نشانی صرف بدزبانی رہ گئی ہے۔ تو ہم نہیں چاہتے۔ اس کے متعلق کچھ کہیں۔ البتہ یہ کہنے سے نہیں رُک سکتے۔ کہ "مسلمانی دماغ" کی اس طرح تحقیر کرنے والے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اور پھر بتائیں۔ کیا ان کا بھی منہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کریں۔

بے ہُودہ اعتراضات

استری کو کھیت سے مشابہت دینے میں اسلام نے یہ بات مدنظر رکھی ہے۔ کہ جس طرح کھیتی کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اسی طرح اپنی استری کی بھی حفاظت کرنی چاہیئے۔ یہ بات اگر ان لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ جو اپنی استری کا گیارہ مردوں تک سے نیوگ کرانا جائز سمجھتے ہوں۔ تو ہمارا کیا قصُور ہے۔

دُوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے۔ کہ

"ایک آدمی چار استریوں کے ساتھ ایک وقت میں شادی کرسکتا ہے"

اس کے متعلق بھی اوّل تو ہم یہ کہنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے نزدیک اپنی استری کے گھر میں ہوتے ہوئے گیارہ عورتوں تک سے نیوگ کرنا جائز ہے۔ وُہ "چار عورتوں سے شادی" پر کیا اعتراض کرسکتے ہیں۔ دوم خود ہندُو مذہب میں تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ اور ہندوؤں کے بڑے بڑے بزرگ حتیٰ کہ سری رام چندر جی کے والد اس پر عامل رہے ہیں۔ ابھی اسی مہینہ میں آریہ اخبار "پرتاپ" ۴ اگست ۲۹ء میں ایک مضمون شایع ہوا ہے جس میں صاف طور پر اعتراف کیا گیا ہے:۔

"ہندُو لاء ایک شوہر کو یہ اجازت دیتا ہے۔ کہ وُہ جتنی عورتوں سے چاہے۔ شادی کرے"

بتائیے۔ اسلام نے خاص حالات میں چار تک عورتوں سے شادی کرنے کی جو اجازت دی ہے۔ وُہ موزوں ہے۔ یا ہندُو دھرم کا یہ لاء کہ شوہر جتنی عورتوں سے چاہے۔ شادی کرے۔

ہندُو دھرم میں طلاق

"آریہ گزٹ" کے اس پیچ و تاب کی جس میں اس نے نہایت نامہذب الفاظ استعمال کئے۔ وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہم نے کسی گذشتہ پرچہ میں خود "آریہ گزٹ" کے پیش کردہ واقعات کی بناء پر ثابت کیا تھا۔ کہ ہندُو طلاق پر عمل کرنا ضروری قرار دے رہے ہیں۔ "آریہ گزٹ" کے نزدیک کسی "مسلمانی دماغ" میں "پتی برت اور پتنی برت" کی باتیں آ ہی نہیں سکتیں۔ لیکن وہ اپنے "دیوتا" نارد کے متعلق کیا کہیگا۔ جس کے حوالے سے "پرتاپ" (۱۴ اگست) نے لکھا ہے:۔

"نارد ہندوؤں میں ایک دیوتا مانے جاتے تھے۔ اور ہندو سمرتی کے بہترین کرتاؤں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ ایک عورت کو اپنے پتی کی حیات میں بھی اس امر کی اجازت ہوتی تھی۔ کہ اگر اس کی اپنے پتی سے ان بن ہو گئی ہے۔ تو وہ اس سے طلاق حاصل کر کے دوسری شادی کرسکتی ہے"

کیا "آریہ گزٹ" بتائے گا۔ جس زمانہ کا ذکر نارد مُنی نے مندرجہ بالا الفاظ میں کیا ہے۔ اس وقت "ہندُو دماغ" میں بھی "پتی برت اور پتنی برت" کی بات آ ہی نہیں سکتی تھی۔ اور کیا یہ قابلیت اب آریوں میں سوامی دیانند جی نے نیوگ کی تعلیم دے کر پیدا کی ہے۔

طلاق کا جاری ہونا

"آریہ گزٹ" نے اپنے مضمون میں مذکورہ سطور لکھنے کے علاوہ "مدیر الفضل" کو خاص طور پر بھی مخاطب کرنے کا شرف بخشا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

"الفضل" کا فاضل مدیر اسی تہذیب میں پلا ہے۔ جہاں "پتنی برت اور پتنی برت" کا نام نہیں۔ اس کو کیا معلوم؟ کونسی بیش بہا اور قیمتی پاکیزگی "طلاق کے جاری ہونے سے" ایک تہذیب سے گم ہوتی ہے جسکو وہ اسلام کی پاکیزگی سمجھتا ہے"

اس کے متعلق بھی نارد کا حوالہ پیش کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ "پرتاپ" کا بیان ہے:-

"نارد لکھتا ہے۔ صرف پانچ حالتیں ایسی ہیں جن میں ایک عورت اپنے پتی کی موجودگی میں دوسرا خاوند کر سکتی ہے یعنی اگر وہ گم ہو گیا ہو (۲) مر گیا ہو (۳) سادھ ہو گیا ہو (۴) نامرد ہو (۵) ذات برادری سے خارج کر دیا گیا ہو"

اگر طلاق کے جاری ہونے سے کوئی بیش بہا اور قیمتی پاکیزگی گم ہو سکتی تھی۔ تو "آریہ گزٹ" کو معلوم ہونا چاہیئے۔ وہ اسی زمانہ میں گم ہو چکی جس کا نارد منی ذکر کر رہے ہیں۔ اور پانچ حالتوں میں عورت کو دوسری شادی کر لینے کا حق دے رہے ہیں ✤

قابل رحم ہندو عورتیں ہیں یا مسلمان

آخر میں "آریہ گزٹ" نے ایک طرف تو "پرماتما سے پرارتھنا" کی ہے۔ کہ وہ طلاق کی رسم سے "ہندو دھرم کو محفوظ رکھے" اور دوسری طرف لکھا ہے "اسلام کی موجودہ حالت میں ہماری اسلامی بہنوں کو جو دکھ مصیبت اور تکلیف ہے۔ اس کا خیال کرتے ہی انسان کا کلیجہ مارے خوف کے کانپتا ہے"

"اسلامی بہنوں" کا دکھ اور "آریہ گزٹ" کا کلیجہ۔ ان کی تو آپس میں کوئی نسبت ہو نہیں۔ اگر "آریہ گزٹ" کے کلیجہ میں درد پیدا ہو سکتا ہے تو ان ہندو استریوں کی حالت زار کو دیکھ کر پیدا ہونا چاہیئے۔ جو ظالم اور بے رحم مردوں کی ستم شعاریاں صرف اس لئے برداشت کر رہی ہیں کہ موجودہ ہندو دھرم نے ان کے لئے مخلصی کی کوئی صورت نہیں رکھی۔ اور جن میں سے اکثر گھل گھل کر جان دیتی رہتی ہیں۔ البتہ اب ان میں کسی قدر جرأت پیدا ہو رہی ہے۔ اور انہوں نے سرکاری عدالتوں کے ذریعہ اپنے مظالم کا ازالہ کرانے کی کوشش شروع کی ہے۔ چنانچہ پچھلے چند ایام میں ہی اس قسم کے کئی ایک مقدمے دائر ہو چکے ہیں۔ [illegible] حالت کو دیکھ کر "پرتاپ" نے یہ کوشش شروع کی ہے کہ

"قانون میں کوئی ایسی دفعہ [illegible] فائم کی جانی چاہیئے جس کی رو سے شادی فسخ قرار دی جا سکے"

آثار اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ تحریک روز بروز زور پکڑتی جائے گی۔ "آریہ گزٹ" کو چاہیئے۔ اس وہی "بیش بہا اور قیمتی پاکیزگی" کے بچانے کے لئے سر توڑ کوشش شروع کر دے جو "طلاق کے جاری ہونے سے" گم ہوتی ہے

اشارات

مہاشہ کرشن اپنے روزانہ اخبار "پرتاپ" اور ہفتہ وار اخبار "پرکاش" میں قادیان کے مذبح کے خلاف اس شد و مد سے خامہ فرسائی کر رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے "گوشت" کا لفظ بھی انکے لئے ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ اور اگر انکے اختیار میں ہو تو دنیا کی تمام زبانوں سے اسے مٹا کر رکھدیں۔ جھوٹ۔ افترا۔ غلط بیانی۔ دھوکہ دہی۔ شرارت انگیزی۔ فتنہ پردازی۔ غرض اس قسم کے تمام افعال سے یہ کام لیکر وہ کوشش کر رہے ہیں کہ قادیان اور اسکے مضافات کے مسلمانوں کو انکے مذہبی اور ملکی حق سے محروم کر دیا جائے ✤

لیکن ناظرین یہ سنکر حیران ہونگے۔ عین اسوقت جبکہ مہاشہ صاحب "گوشت خوری" کے خلاف اسقدر زور لگا رہے ہیں۔ "ملاپ" کے ایک مختصر سوال کا جواب دینے سے بالکل عاجز اور درماندہ ہیں۔ حالانکہ "ملاپ" پے بہ پے اس سوال کو دوہرا رہا ہے۔ اور مہاشہ کرشن ایک نہیں دو اخبار رکھتے ہوئے اس طرح خموش ہیں گویا انکا دماغ جل گیا۔ قلم ٹوٹ گیا اور ہاتھ شل ہو گیا ہے ✤

سوال یہ ہے:-

"کیا آپ نے زیادہ کرایہ کے لالچ کیوجہ سے اپنی دو دو کانیں جو آپنے سرکاری اشتہارات کے روپیہ سے بنوائی تھیں۔ گوشت فروخت کرنے والوں کو کرایہ پر دے رکھی تھیں"

سوال بظاہر تو کوئی ایسا مشکل نظر نہیں آتا۔ لیکن مہاشہ جی کے مصیبت یہ ہے کہ نہ تو وہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دو کانیں گوشت فروشی کے لئے کرایہ پر دے رکھیں۔ اور نہ گوشت کے خلاف بظاہر انکی جو روش ہے۔ اس کی وجہ سے اقرار کر سکتے ہیں ✤

مہاشہ جی خواہ ہمارے خلاف کچھ کہیں اور کیسی ہی ناروا حرکات کے مرتکب ہوں۔ ہمیں انکی موجودہ پریشانی میں خاص ہمدردی ہے۔ اور ہم نے تو اسوقت بھی ہمدردی کا ہی اظہار کیا تھا۔ جب آریوں کے ایک منچلے اخبار "آریہ پتر کا" نے مہاشہ جی کی سیکرٹری کے پرائیویٹ خطوط شائع کر کے گوشت خوری کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ثابت کیا تھا ✤

بہتر ہو۔ کم از کم مہاشہ کرشن اور انکے ہر دو اخبار خواہ مخواہ قادیان کے مذبح کے خلاف شور و شر پیدا نہ کریں۔ اور اشتعال انگیزی سے کام نہ لیں۔ ورنہ ہمیں وہی خطوط شائع کر کے بتانا پڑے گا۔ کہ جو لوگ گوشت خوری کے خلاف اس بلند آہنگی سے شور مچا رہے ہیں۔ انکے اپنے گھروں کی کیا حالت ہے اور کس طرح مزے لے لے کر انکے ہاں گوشت کھایا جاتا ہے۔ اس صورت میں اگر گوشت خوری کے علاوہ کچھ اور ناگوار حالات کا بھی انکشاف ہوا۔ تو اسکی ذمہ واری ہم پر نہیں۔ بلکہ خود مہاشہ کرشن پر ہو گی جو ہمیں اس بات کیلئے مجبور کر رہے ہیں ✤

متعصب ہندوؤں میں خواہ اسلام کے خلاف کتنا ہی بغض پایا جائے۔ اسلام میں جو قدرتی کشش اور جذب ہے۔ اس کا انہیں اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔ مسٹر چیا کار نے برہمن سبھا میں تقریر کرتے ہوئے ہندوؤں کو اپنے مذہب میں اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلانے کیلئے کہا:-

"سینکڑوں ہندو روزانہ ہندو مت کو چھوڑ رہے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ مسلمان انہیں اپنے مذہب میں داخل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اپنے مذہب میں ان کو اطمینان اور تسکین نہیں ہوتی۔ ہمارا اپنا ناقص مذہب لوگوں کو ہندو مت سے نکل جانے کی ابتدا کرتا ہے اور مسلمان تو صرف اس ابتدا کو تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔" (مدینہ ۹ راگست)

الفاظ بالکل صاف اور واضح ہیں۔ جن میں ہندو مت کے ناقص اور اطمینان نادہندہ ہونے کا کھلے طور پر اعتراف کرتے ہوئے اسلام کو تسکین دہندہ اور اطمینان بخش تسلیم کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان ایسے زندگی بخش مذہب تک بے چین اور مضطرب لوگوں کو پہنچانے کے لئے کچھ نہیں کر رہے۔ ان کا زیادہ سے زیادہ یہ کام ہے کہ اگر کوئی گرتا پڑتا اسلام کے چشمہ تک پہنچ جائے تو اسے اٹھا کر اپنی صف میں شامل کر لیں۔ حالانکہ اسلام نے ہر ایک مومن کا فرض رکھا ہے۔ کہ راہ صداقت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی تلاش کرتا رہے۔ اور انہیں پکڑ پکڑ کر چاہ ضلالت سے نکالے ✤

موجودہ حالت میں جبکہ مسلمان تبلیغ اسلام سے غافل ہیں۔ بقول مسٹر چیا کار "سینکڑوں ہندو روزانہ" مسلمان ہو رہے ہیں۔ اگر مسلمان تبلیغ کیطرف پوری توجہ کریں۔ اور جو لوگ اس کام میں مصروف ہیں۔ انکی مدد کریں تو سینکڑوں کیا ہزاروں انسان روزانہ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا انسان خواہ صراط مستقیم پانے کی کتنی ہی تڑپ رکھتا ہو۔ اور کتنی ہی کوشش کرے بغیر راہنما کے شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہر ایک مومن کو خدا تعالیٰ نے دنیا کے لئے راہنما بنایا ہے ✤

مبارک ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی راہنمائی کر کے انہیں راہ راست پر لاتے ہیں۔ اور قابل افسوس ہیں وہ لوگ۔ جو اس فرض کی ادائیگی سے غافل ہیں ✤

گاندھی جی کے ایک بھگت نے لکھا ہے۔ میں نے مہاتما جی سے پوچھا۔ درجہ نو آبادیات ملجانے پر تب بھی مکمل آزادی کے لئے لڑینگے۔ انہوں نے کہا درجہ نو آبادیات ملجانے پر ہم آزاد ہی ہونگے۔ حکومت کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔ انگریزوں سے بالکل قطع تعلق کر دینا تو میرے خیال میں [illegible] ہے" (سیاست ۲۵ راگست)

قادیان میں سکھوں اور ہندوؤں کی قانون شکنی
کے خلاف
مسلم پریس کا متحدہ احتجاج

"بوچڑخانے" اور سکھ اور ہندو

"قادیان ضلع گورداسپور کے قریب باشندگان قادیان نے ایک مذبح بقر قائم کیا تھا۔ جسے پچھلے دنوں سکھوں نے بلوہ کر کے گرا دیا۔ اور اب حکومت اور سکھوں کے مابین اس کی دوبارہ تعمیر پر کشاکش رونما ہونے والی ہے۔ سکھوں نے مورچہ لگانے کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ اور اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ حکومت قانون اور حق کا پاس کرتی ہے۔ یا قوت کے سامنے سر جھکا لیتی ہے۔ ہمیں اس بحث سے کوئی واسطہ نہیں۔ کہ یہ مذبح قادیان کی زمین میں ہے۔ یا نہیں۔ یا کس تھانے اور تحصیل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ کس گاؤں کے زیادہ قریب ہے۔ ہمیں اس جھگڑے میں پڑنا بھی منظور نہیں ہے۔ کہ اس کی تعمیر اولین کی منظوری کس نے دی۔ کیسے دی۔ اور کیوں دی؟ اور اس کے خلاف انجمن اسلامیہ قادیان نے بھی احتجاج کیا تھا۔ یا نہیں۔ یہ تمام قصے قضیئے حکومت کے ملازموں کے لئے ہیں۔ وہ ان کی چھان بین کریں۔ اور کسی نتیجے پر پہونچیں۔ ہم اس وقت صرف یہ بحث کرنا چاہتے ہیں۔ کہ گائے کے ذبح ہونے سے ہندوؤں اور سکھوں کے جذبات کو کیوں ٹھیس لگتی ہے۔ گائے بہر حال ایک جانور ہے۔ اور اس کا ذبح کرنا ہر ہندوستانی مسلمان کا مذہبی۔ پیدائشی فطری۔ قانونی اور وطنی حق ہے۔ خود نہرو رپورٹ میں اس حق کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اگر ہندوؤں اور سکھوں کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ قدرت کی عطا کردہ غذاؤں سے نفع حاصل کریں۔ تو مسلمانوں کا بھی حق ہے۔ خواہ وہ قادیانی ہوں۔ یا غیر قادیانی۔ کہ اگر وہ چاہیں۔ تو گائے ذبح کریں۔ اور اس کا گوشت کھائیں۔ ہندوؤں کے دلوں میں گائے کا احترام ہے۔ تو وہ انفرادی طور پر اس کا احترام کریں۔ لیکن دوسرے لوگوں کو اس پر مجبور کرنے کے کیا معنی۔ اس سے اگر کوئی شخص یہ نتیجہ نکال لے۔ کہ ہندو مسلمانوں کے حقوق معاشرت و مذہب میں بقوت بازو خلل انداز ہونا چاہتے ہیں۔ تو کیا یہ صحیح نہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ مذبح ایک ناپاک اور ناکارہ مکان تھا۔ اُسے مسمار کر دیا۔ تو کیا ہوا۔ لیکن کیا یہی خیال پیپل کی شاخ اور گائے کے متعلق ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ ایک جانور جو خود کو انسانوں کی چھری سے نہیں بچا سکتا۔ آخر کار اس کا حقدار کیوں ہے۔ کہ اس کے پجاری اس کے بچانے کے لئے انسانوں کے حلقوم و حقوق پر چھری پھیر دیں۔ لطف یہ ہے۔ کہ سکھ جو توحید کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور آریہ سماجی جو وحدانیت الٰہی کے قائل ہونے کے مدعی ہے۔ اس مشرکانہ عقیدے کے حلقے سے گردن کو نہیں چھڑا سکتے۔ ہم تمام ہندوستانیوں سے عام اس سے کہ وہ ہندو۔ سکھ یا مسلمان ہوں۔ درخواست کریں گے۔ کہ اب اس قسم کے توہمات سے دست بردار ہو جانا چاہیئے۔ اور ملک کی آزادی کو باجے اور گائے اور پیپل اور بندر کے لئے مؤخر نہیں کرنا چاہیئے" (زمیندار مدینہ بجنور ۲۱ اگست ۱۹۲۹ء)

قادیان کا بوچڑخانہ

"جن لوگوں کو پنجاب میں ہندو مسلم تعلقات کو بہتر اور خوشگوار حالت میں دیکھنے کی تمنا اور آرزو ہے۔ اور وہ دل سے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ مادر وطن کی آزادی کا دلفریب خواب اُس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دونوں قومیں ایک دوسری کے ساتھ دلی محبت کا برتاؤ نہ کریں۔ اور ایک دوسری کے واجبی حقوق دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ قادیان کے بوچڑخانہ کے انہدام کو افسوس کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

یہ واقعہ جو ۱۷ اگست کو پولیس کی ایک جمعیت کی موجودگی میں وقوع پذیر ہوا۔ اپنے اندر عبرت و موعظت کے بہت سے درس رکھتا ہے۔ جہاں تک قادیان کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ ابتداً سکھوں کی طرف سے آج سے کچھ عرصہ پہلے جھٹکہ کی ایک دوکان عین بر سر بازار کھولی گئی۔ جو مسلمانوں کی عام گذرگاہ ہے۔ مسلمانوں نے باوجود اس کے کہ اسے اپنے مذہبی جذبات کے لئے صدمہ رساں خیال کیا۔ تاہم حکام کے فیصلہ کے آگے انہوں نے سر جھکایا۔ اس کے بعد موضع بھینی متصل قادیان میں ایک مذبح کھلوانے کی درخواستیں بعض مسلمانوں کی طرف سے دی گئیں۔ جو قریباً چھ ماہ کے غور و خوض اور ہندوؤں سے گفت و شنید کے بعد منظور ہوئیں۔ اور آخر جولائی میں یہ مذبح موضع بھینی کے رقبہ میں آبادی سے دور حکام وقت کی موجودگی میں کھولا گیا جس کے چند دن بعد سکھوں کی ایک باقاعدہ جمعیت نے وہاں پہونچکر اُسے منہدم کر دیا۔ اور باوجودیکہ پولیس کی ایک جمعیت پہلے سے وہاں موجود تھی۔ اس نے اپنی کمی تعداد کی وجہ سے کوئی مزاحمت نہ کی۔

یہ واقعات ہیں۔ ہم حیران ہیں۔ کہ ہندو اخبارات ان واقعات کو نقل کرتے ہوئے اس بات کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ کہ سکھوں نے یہاں ابتداً شہر کے اندر مسلمانوں کی گذرگاہ پر جھٹکہ کی دوکان کھولی۔ اور اس کی کوئی مزاحمت نہ کی گئی۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ سکھ اور ہندو جو بات جس طرح چاہتے ہیں۔ منواتے ہیں۔ اور ایک اینچ اپنی بات سے ادھر اُدھر نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرنے کے لئے وہ تیار نہیں۔ آخر وہ کونسا قانون ہے جس کے رُو سے انہیں تو بر سر بازار جھٹکہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور مسلمانوں کو آبادی اور بند مکان میں گائے کا ذبیحہ کرنے کا حق نہیں پہونچتا۔

ہندو اخبارات جو قوم پرستی اور ہندو مسلم اتحاد کی فکر میں رات دن ہلکان ہوئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے غیر مساویانہ سلوک پر اپنے ہم قوموں کو سمجھانے کے بجائے مسلمانوں ہی کو مورد الزام قرار دینا کیوں ضروری سمجھتے ہیں۔ کیا یہ اس امر کا کھلا ثبوت نہیں۔ کہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں کی طرف سے قطعاً صاف نہیں۔ اور جہاں وہ کونسلوں کے اندر مسلمانوں کی جائز اکثریت کو دبا کر اپنا ہاتھ سب سے اونچا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہاں ملک کے عام تمدن و معاشرت میں بھی ہر پہلو سے اپنا تسلط اور اقتدار ان پر جمانے کے درپے ہیں۔ یہ حالات ہندوستان کی قومیت متحدہ کے لئے ایک خطرناک ضرب کا موجب ہونگے۔ کاش! ہندو اور سکھ لیڈر وقت کی نزاکت کو پہچانیں۔ اور اپنے ہم قوموں کو ایسے غیر منصفانہ اور غیر مآل اندیشانہ رویہ کو ترک کرنے کی نصیحت کریں۔ کہ اسی میں ہندوستان کی آزادی کے دلچسپ خواب کی حقیقی تعبیر مضمر ہے"

(پیغام صلح" لاہور ۱۹ اگست ۱۹۲۹ء)

امن شکن سرغنوں کو سخت سزائیں دیجائیں

دہلی کا معاصر "منادی" ۲۳ اگست میں زیر عنوان "مقامی مخصر فاروق" سے مذبح کے انہدام کے حالات درج کرنے کے بعد لکھتا ہے:-

"واقعی یہ واقعہ بہت افسوسناک ہے۔ حکام کا فرض ہے۔ کہ وہ ایسے فتنہ پرداز اور امن شکن سرغنوں کو سخت سزائیں دیں۔ ورنہ اگر یہ ذہنیت برقرار رہی۔ تو ملک میں امن و قانون کا قیام مشکل ہو جائے گا"

سکھوں کی دیدہ دلیری

"قادیان کے بوچڑخانہ پر سکھوں کی ایک مسلح جماعت نے جس دیدہ دلیری اور بے باکی کے ساتھ پولیس کی موجودگی میں ڈاکہ ڈالا۔ وہ یقیناً حیرت انگیز ہے۔ اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ سکھوں کے متعلق حکومت کی چشم پوشی اور بزدلی نے ان کی ہمتیں کس قدر بڑھا دی ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ کہ وہ بوچڑخانہ محض قادیانیوں کی ملکیت تھا۔ یا اس میں مسلمانوں کا بھی کوئی حصہ شامل تھا۔ ہم تو اس موقعہ پر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ سکھوں نے ہندوؤں کی سنگھٹنی اسپرٹ سے متاثر ہو کر دوسری اقوام کے مقابلہ میں کس قدر جارحانہ رویہ اختیار کر لیا ہے۔ اور وہ حکومت کی پولیس اور اس کی فوج سے بے خوف ہو کر کس جرأت کے ساتھ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ اور محض اپنی لاٹھیوں اور کرپانوں کے زور پر جو چاہتے ہیں۔ کر ڈالتے ہیں۔ مسلمانوں کی مخالفت میں تو انہیں ہندوؤں کی ہمدردیاں حاصل ہی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے خلاف مشتعل ہو جانا اور وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کر دینا تو ان کے لئے کوئی بات ہی نہیں ہے۔ وہ خود ہندوؤں کے مقابلہ میں بھی کبھی نہیں چوکتے۔

ابھی کل کی بات ہے۔ کہ ایک سکھ نے کسی مورتی کو توڑ ڈالا۔ اور ہندو شور مچاتے رہ گئے۔ اس قسم کے معمولی واقعات تو روزمرہ ظاہر ہوتے ہی رہتے ہیں۔ جن سے سکھوں کی جہالت اور مفسدہ پردازی کا ثبوت مل جاتا ہے۔ مگر قادیان کا متذکرہ بالا واقعہ اس قابل نہیں ہے۔ کہ اسے آسانی کے ساتھ نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر اس پر حکومت نے سخت کارروائی نہیں کی۔ اور زیادہ سے زیادہ ملزمین کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزائیں نہ دیں۔ تو مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ تمام ملک میں نہایت مؤثر ایجی ٹیشن کریں۔ اور حکومت کو اس کی موجودہ پالیسی کے بدلنے پر مجبور کریں۔ جو مسلمانوں کے حق میں زہر ہلاہل ثابت ہو رہی ہے۔"

("الجمعیۃ" دہلی۔ ۲۴ اگست ۱۹۲۹ء)

ہندو اور سکھ لیڈروں سے سوال

"ہم تمام ہندو اور سکھ پریس اور تمام ہندو اور سکھ لیڈروں سے نہایت ادب سے سوال کرتے ہیں۔ کہ کیا آپ اس ذلیل وحشیانہ باجیانہ اور احمقانہ فعل کی مذمت کرینگے۔ یا نہیں۔

ہم سکھ اور ہندو لیڈروں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں۔ کہ خدا کے لئے وہ اپنی قوم کے ان عاقبت نااندیشوں اور امن دشمنوں کو وحشیانہ افعال سے روکیں۔ اور بالخصوص اپنے ہم وطن اور سکھ جاتی کے مسلمہ مخلص ہمدرد بادشاہ سردار کھڑک سنگھ جی کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی قوم کو ہندو عیاروں کی دمبازیوں سے بچائیں۔ اور ان بیمار طینت ہندوؤں کا آلۂ کار نہ بننے دیں۔ جن کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ دو توحید پرست قوموں کو باہم ٹکرا دیا جائے۔ اور پھر حکومت کی نظر میں دونوں کو بیوقوف متعصب۔ لڑاکے ظاہر کر کے خود امن پسندی کی نیک شہرت کا سہرا اپنے سر باندھ لیں۔

مہاشہ کرشن سے خدا مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ وہ اپنی جبلت سے مجبور ہو کر کوئی موقعہ مسلمانوں کی تخریب دل آزیت کا مسلمانوں کو لڑانے کا مسلمانوں کے خلاف دوسری قوموں کو اکسانے کا کبھی خالی نہیں جانے دیتے۔ خواہ وہ موقعہ کسی صورت میسر آئے۔ یوں تو وہ اپنے آپ کو قوم پرست مشہور کرتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے متعلق تو ان کی تحریروں سے بدترین قسم کے تعصب کا روزانہ اظہار ہوتا رہتا ہے اس موقعہ پر بھلا وُہ کہاں خاموش رہتے۔ ان مہاشہ صاحب کے دل کی پاکیزگی کا اندازہ محض اس جملے سے ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ چند دن ہوئے ایک صبح معلوم ہوا۔ کہ بوچڑ خانہ کی چار دیواری گرا دی گئی ہے۔ حکام کو رپورٹ پہونچی۔ ان سچے اور پاک باطن مہاشہ نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ رات کو مذبح مسمار کیا گیا۔ اور صبح کو علم ہوا۔ اور حکام کو اطلاع پہونچی۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ ۸ اگست کو ایک بجے دن کے پولیس کی جمعیت کے روبرو مذبحہ مسمار کیا گیا۔ پھر فرماتے ہیں۔ کونسا اخلاق مصلحت قاعدہ کے مطابق احمدیوں کو قادیان میں بوچڑ خانہ کھولنے کی اجازت دی گئی۔ کیا یہ بات ہے۔ کہ پہلے مسلمان گائے کے گوشت کے بغیر رہ سکتے تھے۔ اب نہیں رہ سکتے۔ یا کہ پہلے ہندوؤں کے جذبات مجروح ہو سکتے تھے۔ لیکن اب نہیں ہوتے۔ حقیقی جواب تو انشاء اللہ اگلی اشاعت میں مفصل لکھیں گے۔ مگر یہاں اس قدر لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جس اخلاق مصلحت۔ قاعدہ یا دستور کے مطابق سکھوں اور ہندوؤں کو قادیان میں جھٹکہ کرنے اور اسے سرِ راہ بیچنے کی اجازت دی گئی تھی اسی اخلاق مصلحت۔ قاعدہ یا دستور کے مطابق مسلمانوں کو بھی اجازت دی گئی۔ کیا پہلے ہندو اور سکھ جھٹکہ کے بغیر رہ سکتے تھے اب نہیں رہ سکتے۔

آپ فرماتے ہیں۔ قادیان کے قرب وجوار میں چونکہ سکھوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اس لئے امن و امان مشکل ہو جائے گا۔ مہاشہ جی یہ آپ کی ہی آگ لگائی ہوئی ہے۔ ورنہ یہاں تو بالکل امن و امان تھا بٹالہ میں صدہا گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ کبھی سُنا آپ نے ایک خالصہ یا ایک لالہ بھی کبھی بہکا ہو۔ پھر کلانور اور سیالی میں بھی اسی طرح صدہا گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان تینوں جگہوں کے نزدیک سکھ اور ہندو آبادی بہت زیادہ ہے۔ کسی کے وہم میں بھی نہ آیا کہ مذبحہ کو گرا دینا چاہئے۔ وجہ صرف یہی ہے۔ کہ وہ ازلی بزدل اور نامرد جو ہمیشہ دُوسروں کو شہ دیکر لڑایا کرتے ہیں۔ اور خود پس پردہ رہتے ہیں۔ یہاں بھی انہی بدکردار ہستیوں کی جلوہ فرمائی تھی ورنہ سکھ اور مسلمان بڑے امن سے رہتے تھے۔" ("دور جدید" لاہور ۱۵ اگست)

سکھوں کی چیرہ دستیاں

"سکھوں اور مسلمانوں میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ سکھ قوم کی آفرینش سے لے کر ترقی اور ترقی سے لیکر تنزل تک کے زمانہ میں سکھوں اور مسلمانوں میں کسی نہ کسی صورت میں تعلق ضرور رہا۔ اس کے علاوہ دونوں قومیں جنگجو بھی ہیں۔ اور زمیندار بھی۔ دونوں موحد ہیں یعنی خدا پرست۔ اور دونوں کو بت پرستی سے نفرت۔ باوجود ان باتوں کے ایسے حالات ضرور پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جن سے دونوں قوموں میں سر پھٹول تک نوبت پہونچتی رہی۔ اتنے بڑے وسیع ملک میں ایسی باتیں ناگزیر ہیں لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ سکھ قوم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سکھوں نے ہمیشہ زبردستی اور چیرہ دستی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور مسلمانوں نے ہمیشہ اس وقت تلوار میان سے نکالی ہے جب پانی سر سے گذرتا نظر آتا تھا۔ مغلوں اور سکھوں کی جنگ آزمائیوں سے تاریخ کے ورق سیاہ پڑے ہیں سکھ حکومت میں جو کچھ مسلمانوں سے سلوک ہوتا رہا ہے۔ اُسے پڑھکر انسان کا خون جسم میں کھولنے لگتا ہے۔ گڑے مُردے اکھیڑنے یا ان باتوں کو دُہرانے سے اب مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے گذشتہ تاریخی واقعات سے آنکھیں بند کر کے حالات حاضرہ پر اگر کامل غور کیا جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزی راج کے ماتحت بھی سکھ قانون شکنی کو اپنا شعار خصوصی بنائے ہوئے ہیں۔

حکومت کا فرض ہے۔ کہ وُہ سکھوں اور مسلمانوں یا سکھوں اور ہندوؤں کے فسادات کے تمام کاغذات کسی کمیشن کے سامنے رکھے جو اس بات کی تلاش اور جستجو کا فرض ادا کرے کہ ان تمام فسادات میں ابتدا کس فریق کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ کیا ہمارا یہ دعوےٰ غلط ہے۔ کہ سکھ ہر حکومت کے ماتحت قانون شکنی کے عادی رہے ہیں اور آج بھی وہ انگریزی حکومت کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ اور سرکاری پولیس کی ایک زبردست جمعیت کے سامنے انھوں نے ایک مذبح خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

لاہور کے مشہور فساد کی ابتدا کے واقعات کو دیکھئے۔ سکھوں کا ایک دیوان ہوتا ہے۔ جس میں کسی موہوم واقعہ پر پُرجوش تقریریں کی جاتی ہیں۔ اور ان تقریروں سے متاثر ہو کر سکھ دیوان سے باہر جاتے وقت راہ چلتے ہوئے اور بیگناہ غیر متعلق مسلمانوں پر اچانک بے خبری کے عالم میں ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور چار مسلمانوں کو شہید کر دیتے ہیں۔ شہر میں سنسنی پھیل جاتی ہے۔ مسلمانوں میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ عام جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جو اگر صرف ایک دن کے لئے اور روک نہ دی جاتی۔ تو لاہور میں کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ اور لاہور خاک سیاہ ہو جاتا۔ لیکن خدا نے وہ بُرا دن نہ دکھایا۔ پھر بھی ۳۰-۴۰ ہندو مسلمان اور سکھ اس ہنگامہ خیزی میں جان سے مارے گئے۔ سینکڑوں زخمی ہوئے۔ اور درجنوں ابھی تک جیلخانہ کی ہوا کھا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ان چند ناعاقبت اندیش سکھوں کے فعل کا نتیجہ ہے جنھوں نے اس حملہ کی ابتدا کی تھی۔ ان مقدمات کو دیکھئے۔ مسلمانوں نے سب سے زیادہ تکلیف اٹھائی۔ سکھوں اور ہندوؤں کی بیشتر تعداد عدالتوں سے بَری ہو گئی۔ اور مسلمان حملہ آور قرار دئے گئے۔ کیونکہ بعد میں سکھوں اور ہندوؤں کے مقتولین و مجروحین کی تعداد مسلمانوں سے تین گنا ہو گئی تھی اس لئے عدالتوں میں مسلمان ظالم اور ہندو اور سکھ مظلوم سمجھے گئے۔ مگر بلاشبہ جسقدر بھی ہندو اس حادثہ میں قتل ہوئے تھے۔ ان کی ذمہ داری سکھوں پر عائد ہوتی ہے۔ بمصداق مندر کی بلا طویلے کے سر۔ جب لاہور میں ہنگامہ خیزی اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ تو اُس وقت سکھوں کی کوئی جماعت ہندوؤں کی امداد کے لئے آگے بڑھی؟

اس واقعہ کے علاوہ سکھوں نے ہر موقعہ پر بے دھڑک کرپان کا استعمال کیا ہے۔ اور آجتک وہ اس "متبرک ہتھیار" سے سینکڑوں جانیں لے چکے ہیں۔ انھوں نے کبھی کرپان کا احترام نہیں کیا۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ حکومت ہندوستان کے باقی باشندوں کو اپنی حفاظت کے لئے تلوار رکھنے کی اجازت کیوں نہیں دیتی۔

الغرض جہاں کہیں فساد ہوا۔ سکھوں نے ہمیشہ ابتدا کی۔ حال ہی میں لاہور میں بندہ بیراگی بہادر کا مجسمہ تین سکھوں نے ہندوؤں کے مندر میں گھس کر توڑ ڈالا ہے۔ اب قادیان سے خبر آئی ہے۔ کہ وہاں پولیس کے سامنے سکھوں کی ایک زبردست جمعیت نے مذبح خانہ جو شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ہے منہدم کر دیا ہے۔ اب تک چالیس سکھ گرفتار ہو چکے ہیں۔ جن پر امن شکنی اور بلوہ کا مقدمہ چلایا جائے گا۔

جن شوریدہ سر سکھوں نے قانون شکنی کی ہے۔ وہ اس کی سزا بھگت لینگے لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ یہ آئے دن کی قانون شکنیاں کیا رنگ لائیں گی۔ اور ان کا نتیجہ کیا ہو گا۔ کیا ہندوستان میں برٹش حکومت قائم نہیں؟ اور اگر ہے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ شوریدہ سر سکھوں کے دماغ کی اصلاح کی جائے مغلیہ حکومت کو بھی اپنے دور میں اس قسم کے مشکلات سے آئے دن سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آج ترقی اور تعلیم کا دَور دورہ ہے۔ اس لئے آج ان سر پھرے لوگوں کی اصلاح زیادہ ممکن ہے۔ اگر حکومت اس معاملہ میں بے دست و پا ہے۔ تو مسلمانوں کو اجازت ملنی چاہئے۔ کہ وُہ شوریدہ سر سکھوں سے خود تصفیہ کر لیں۔

ہم سکھ بھائیوں سے پھر استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ معاملات پر کبھی ٹھنڈے دل سے غور بھی کیا کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ وہ کیوں معمولی معمولی باتوں کیلئے مسلمانوں کو دُکھ اور رنج پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ باتیں ناگوار ہیں۔ اور ان کا نتیجہ دونوں قوموں کے حق میں بُرا ہو گا۔" ("تازیانہ" لاہور۔ ۲۶ اگست ۱۹۲۹ء)

کامیابی اور فلاح کا رستہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ کہ کامیابی اور فلاح کے لئے تین چیزوں کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ خواہ وہ کامیابی دنیوی ہو یا اخروی۔ سب سے اول صحیح طریقہ کار معلوم ہونا۔ بہت سے لوگ کام تو کرتے ہیں بلکہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں مگر پھر بھی کامیابی کا مُنہ دیکھنا انہیں نصیب نہیں ہوتا اسکی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ انہیں صحیح طریقہ کار معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ اندھا دھند کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ صرف کوشش اور کام کرنے سے کامیابی نہیں ہوتی۔ جب تک وہ کام اور کوشش صحیح طریق سے نہ کی جائے۔ اہل مذاہب کی اصطلاح میں دینی صحیح طریقہ کار کو عقائد حقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کوئی آدمی خدا کی معرفت اور خوشنودی حاصل کرنے میں کامیابی نہیں حاصل کرسکتا۔ جب تک وہ عقائد حقہ کا پابند نہ ہو دنیا میں ہر مذہب میں عابد لوگ موجود ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں خدا کی معرفت اور خوشنودی حاصل نہیں ہوتی۔ عقائد حقہ سے محرومی۔ سو روحانی کامیابی کے لئے پہلی چیز جسکے حصول کی انسان کو کوشش کرنی چاہیئے۔ عقائد حقہ ہیں دوسری چیز جسے کامیابی اور فلاح کے لئے انسان کو اختیار کرنا چاہیئے وہ سعی اور کوشش ہے۔ یعنی عقائد حقہ کے معلوم کرنے کے بعد ان کے مطابق کوشش کیجائے بہت سے لوگ خوش قسمتی سے عقائد حقہ تو معلوم کر لیتے ہیں۔ مگر ان کے مطابق کوشش نہیں کرتے۔ اور کامیابی کے لئے یہی کافی سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے عقائد صحیح ہیں۔ یہ بھی انہی لوگوں کی طرح ہیں جنہیں عقائد حقہ معلوم نہیں ہوتے۔ اور اندھا دُھند کوشش کرتے ہیں۔ فلاح سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کی مثال نبی کے منکرین اور نام کے متبعین کی ہے۔ منکر تو اس وجہ سے چاہ ضلالت میں گرتا ہے کہ اسے صراط مستقیم کا علم نہیں ہوتا۔ یا وہ دنیوی مفاد کی خاطر اسے اختیار نہیں کرتا۔ لیکن برائے نام متبع اس وجہ سے ہلاکت کے قریب ہو جاتا ہے کہ اس نے زمانہ کے ہادی کو مانا مگر اس کا بتایا ہُوا رستہ نہ پکڑا۔ پس اس طرح دونوں فریق کامیابی کا منہ دیکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں + ان کے علاوہ ایک تیسرا فریق وہ ہے جو عقائد حقہ معلوم کرتا ہے اور ان کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ اسے فلاح میسر آجاتی ہے۔ اور وہ کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ یہ وہ فریق ہے جو نبی کی معرفت صحیح رستہ معلوم کر کے اسکی بتائی ہوئی ہدایتوں پر عمل کرتا ہے۔ اور پھر دین و دنیا میں کامیاب ہو جاتا ہے +

تیسری چیز جس کا وجود کامیابی اور فلاح کے لئے ضروری ہے وہ صحیح نتیجہ کا پیدا ہونا ہے جو دراصل مذکورہ دونوں چیزوں کی فرع ہے۔ اگر بزعم خویش عقائد حقہ کے معلوم کرنے کے بعد اعمال حسنہ بجالائے جائیں۔ اور پھر صحیح نتیجہ پیدا نہ ہو۔ تو اس کا باعث یہی سمجھنا چاہیئے۔ کہ پہلی دو چیزوں میں کوئی سقم ہے یا تو وہ عقائد جنہیں عقائد حقہ سمجھا گیا ہے۔ عقائد حقہ نہیں یا پھر اُنکے مطابق عمل نہیں ہُوا۔ اس وجہ سے نتیجہ صحیح پیدا نہیں ہوا۔ جو شخص عقائد حقہ کے مطابق اعمال حسنہ بجالاتا ہے۔ اس کے اندر اخلاق صحیحہ کا پایا جانا ضروری ہے جس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ وہ بنی نوع کا پورا ہمدرد ہوگا۔ ایصال خیر کا پہلو اسکی زندگی میں غالب نظر آئے گا۔ وہ مخلوق کی بھلائی میں ایسا ثابت قدم ہوگا کہ مصائب کی بھی پرواہ نہ کرے گا۔ اور صبر کی صفت اس میں نمایاں طور پر پائی جائے گی۔ خشیت اللہ اسکی رگ رگ میں پائی جائیگی وہ خوشنودی الٰہی کا سرٹیفکیٹ اپنے پاس رکھتا ہوگا۔ تب خدا اسکا اور وہ خدا کا ہوگا۔ پس یہ چیزیں ہیں۔ جن کا فلاح اور کامیابی کے لئے ہونا ضروری ہے۔ اور جن کے بغیر فلاح کا مُنہ دیکھنا محالات سے ہے +

اب جبکہ ہم دنیا میں مختلف مذاہب پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو کسی مذہب کے پیرو کو ایسا نہیں پاتے جو یہ کہنے کے لئے تیار ہو۔ کہ اس کے عقائد حقہ نہیں۔ یا وہ اُن کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ مگر باوجود اس کے وہ صحیح نتیجہ بھی نہیں دیکھتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ خدا میرا ہوگیا۔ اور میں خدا کا ہوگیا۔ کیونکہ خدا نے اپنی مرضی اس پر ظاہر نہ کی۔ اور نہ ہی خدا کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ اسے حاصل ہُوا۔ ان حالات میں ہم یہی کہیںگے کہ ایسے لوگوں کے عقائد حقہ نہیں ہیں۔ نہ ہی اعمال حسنہ ہیں۔ جب دنیا کے تمام مذاہب کے پیرو اس حالت میں مبتلا تھے۔ تو ایک شخص نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کر کے کہا۔ اے لوگو تم صراط مستقیم کھو چکے۔ تم ہدایت کا رستہ بھول چکے تم صحیح رستے سے بھٹک چکے۔ آؤ میں تمہیں صحیح رستہ بتاؤں۔ میں تمہیں اُن عقائد حقہ سے واقف کروں۔ جن کے مطابق عمل کر کے تم فلاح دارین حاصل کر سکتے ہو۔ پھر اُس نے صرف یہی نہیں بتایا کہ یہ عقائد حقہ ہیں بلکہ اُن پر عمل کیا اور صحیح نتیجہ ظاہر کر کے دکھا دیا۔ خدا نے اُس پر اپنی مرضی ظاہر کی۔ اُس نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ اسکے پاس خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ ہے۔ جن لوگوں نے اسکی بات حقیقی طور پر قبول کی۔ اور اس کے مطابق عمل کیا۔ انہیں بھی فلاح اور کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر جن لوگوں نے اسکی بات کو رد کیا۔ انہیں فلاح نصیب نہ ہوئی۔ مبارک ہیں وہ جو اب بھی اس رستے کو قبول کریں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ کامیابی اور فلاح کیونکر ان کے آگے سر جھکاتی ہے۔ ہاں میں کھلے الفاظ میں بتا دوں وہ رستہ "احمدیت" یعنی حقیقی اسلام ہے +

خاکسار قمر الدین (مولوی فاضل)

وی پی الفضل کے

حسب معمول الفضل کے ان خریداروں کے نام (جن کا چندہ سالانہ ۱۵ اگست سے ۱۵ ستمبر تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے) ستمبر کے پہلے ہفتے میں وی پی ہونگے امید کیجاتی ہے کہ یہ وی پی خوشدلی سے وصول کر لئے جائینگے۔

مہتمم طبع و اشاعت الفضل

فلموں کے پردہ پر مسلمانوں کی تحقیر

سینما میں بہت سی ایسی فلمیں ہندوستان میں دکھائی جاتی ہیں۔ جو مسلمانوں کی توہین کرنے والی ہیں۔ مثلاً بغداد کا چور۔ عمر خیام۔ شیراز (دواقعہ انارکلی) وغیرہ وغیرہ ہارون رشید جیسے جلیل القدر اسلامی شہنشاہ کی دختر کی توہین۔ نیشاپوری بزرگ کی لڑکی کی ہتک۔ اکبر کے اخلاق پر حملہ وغیرہ معمولی باتیں نہیں۔ ایک قوم جسکی رگوں میں غیرت وحمیت کا خون ہو۔ وہ برداشت نہیں کرسکتی۔ کہ اسکی عزت اس طرح فلم کے پردوں پر ہزاروں لاکھوں انسانوں کے سامنے جھوٹ الزام لگا کر برباد کی جائے۔ ایسے جھوٹے افسانے بنائے جائیں۔ مگر اسکے کان پر جوں تک نہ رینگے!! آہ مجھے رونا آتا ہے مسلمانوں کی بےحسی پر۔ مسلمان ایسی فلموں کو دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہلاتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ دشمن اور زیادہ ایسے حربے استعمال کر رہا ہے۔ جس سے ہمارے قومی کیرکٹر کی جڑیں کٹتی ہیں۔ ہمسایہ قوموں کے نزدیک ہماری عزت گھٹتی ہے۔ اور آہ ہم میں سے بہت سے ناواقف ان باتوں کو صحیح تسلیم کر لیتے ہیں +

کل شام کو اسی قسم کا ایک فلم بوکورگس ٹالسٹائی کے ایک ناول سے طیار کیا گیا ہے دکھلایا گیا۔ ترکی قوم پر یہ تصویری زبان میں زبردست حملہ تھا اسکی ذلت آمیز شکست۔ اس کے بے حد مظالم۔ (قیدیوں کی آنکھیں داغ دینا وغیرہ وغیرہ) اسکی فوج کی بے ضابطگی اور حرم کی خواتین کی حرمت پر حملہ اس ناپاک فلم کی خصوصیتیں تھیں +

میں پرزور تحریک کرتا ہوں۔ کہ مسلمان ایسی فلموں سے سخت مقاطعہ کریں۔ اگر کسی شہر میں ایسی فلم دکھائی جائے تو اخباروں کے ذریعہ دوسرے شہروں میں اس کی اطلاع کر دیجائے۔ تاکہ وہاں کے مسلمان اسے نہ دیکھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کو ایک زبردست پروٹسٹ کرنا چاہیئے۔ اور گورنمنٹ کے سامنے اس بات کو پیش کر کے فلم سنسر کمیٹیوں کے ذریعہ ایسی فلموں کی درآمد ممنوع قرار دیجائے۔ مسلم اہل قلم اور لیڈروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ سارے مسلم پریس کا فرض ہے۔ کہ یہ متحدانہ طور پر اس کے متعلق آواز اُٹھائے۔ اور مسلم ممبران کونسل و اسمبلی کے ذریعہ یہ بات لوکل یعنی صوبہ جاتی اور اعلیٰ مجلس قانون ساز میں زور سے پیش کرائیں +

سید اختر احمد میڈیکل کالج پٹنہ

۱۹ راگست

ضمیمہ الفضل

مذبح قادیان کے متعلق الفضل کا ایک ضمیمہ شائع ہوا ہے جو اکثر جماعتہائے احمدیہ پنجاب کے سکرٹریوں کو بھیجدیا گیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اسے قیمتاً فروخت کیا جائے۔ اور باقیماندہ پرچے ہندوؤں سکھوں اور مناسب مقامات پر مفت تقسیم کر دیئے جائیں۔ آئندہ بھی حسب ضرورت ایسے ضمیمے ارسال ہوتے رہیں گے +

علاج بذریعہ فاقہ - روزہ کی حکمت

لنڈن کی میڈیکل سوسائٹی میں علاج بذریعہ فاقہ پر ایک بحث ہوئی تھی۔ جس کا اقتباس برٹش میڈیکل جرنل فروری ۱۹۲۹ء سے ناظرین الفضل کی واقفیت کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے :-

کئی جاندار خصوصاً جراثیم وغیرہ کی موت کا طبعی طریق فاقہ ہے۔ مگر انسان کے لئے بوجہ وسیع سامانوں اور غذا کے ذخائر کے جراثیم کی اس قسم کی موت کا بہت کم موقعہ رہ گیا ہے۔ حال میں فاقہ کے متعلق کئی تجارب ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس عمل کی حکمت کو واضح کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں ایک اوسط درجہ کے شہری کے لئے کمی خوراک کی وجہ سے بیمار ہونے کا اتنا خطرہ نہیں۔ جتنا کہ زیادہ کھانے سے ہے۔ کیونکہ لوگ عام طور پر ضرورت سے زیادہ کھا جاتے ہیں۔ پس خوراک کا مکمل یا جزئی طور پر بند کر دینا انسان کے لئے کئی امراض میں مفید ہے۔ یورپ میں لاکھوں آدمیوں پر فاقہ کے اثرات کا تجربہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے کئی ایک کو عمر میں پہلی دفعہ اس بات کا احساس ہوا۔ کہ بھوک کیا ہوتی ہے (واضح ہو۔ کہ اشتہا اور چیز ہے۔ جو معدہ خالی ہونے پر ہم روزمرہ محسوس کرتے ہیں۔ مگر بھوک کی شدت اور چیز ہے۔ جس کا تجربہ امیروں کو نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ خدا کے بندے روزہ رکھ کر اس کا مشاہدہ کریں) ؂

غذا بند کر دینے کے بعد چند دن تک جسم فاقہ محسوس نہیں کرتا بلکہ وہ بدستور کام کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ جسم کے اندر جمع شدہ غذا کے سٹوروں میں سے اس کو غذائیت ملتی رہتی ہے۔ جسم میں نیچر نے یہ طاقت رکھی ہے۔ کہ وہ فاقہ کی حالت میں حرارت غریزی کا انتشار کم کر دیتا ہے فاقہ کی حالت میں خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ یورپ میں جنگی قیدیوں پر جنہوں نے بطور احتجاج بھوک کی سٹرائک کی۔ اس بات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ جسم کا درجہ حرارت فاقہ میں بالکل کم نہیں ہوتا معمولی فاقہ سے انسان کی دماغی حالت پر برا اثر نہیں پڑتا۔ ہاں لمبے فاقہ کے بعد دماغی نقص ہو جاتا ہے (انبیاء جن کو اللہ تعالیٰ خاص دماغی طاقتیں عطا کر کے دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ وہ اگر اذن الٰہی سے نہایت قلیل کھانا کھا کر چھ چھ ماہ لگاتار روزے رکھیں۔ اور بجائے دماغی نقص پیدا ہونے کے صحت اور بھی اچھی ہو جائے۔ تو یہ تقدیر خاص کے ماتحت ہے۔ ورنہ عام صوفی اور مجاہدین جو ان سخت ریاضتوں میں پڑتے ہیں۔ وہ تقدیر عام کے ماتحت مسلول اور مجنون ہو جاتے ہیں۔ راقم)

فاقہ کی حالت میں سب سے پہلے جگر۔ طحال اور دیگر اندرونی غدودوں کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ پھر عضلات کا اور سب سے آخر اعضائے رئیسہ یعنے دماغ اور قلب کا۔ فاقہ کی حالت میں جسم کی حرارت غریزی کا قیام چربی کے تحلیل پر ہوتا ہے یعنے چربی تحلیل ہو جاتی ہے۔ جس سے جسم میں تیزابی رنگ کے زہر پیدا ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ مرگی والوں کو فاقہ سے فائدہ ہوتا ہے۔ فاقہ سے جسم کی غدود۔ جگر۔ طحال۔ گلیلیہ وغیرہ سے مواد خارج ہو جاتے ہیں۔ دودھ پہلے چند دن تیار رہتا ہے۔ مگر بعد میں بند ہو جاتا ہے (مرضعہ کو روزہ چھوڑنے کی اجازت کی حکمت واضح ہے) لمبے فاقہ سے جسم کو نقصان ہوتا ہے۔ جیسا کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی کی حالت نے واضح کر دیا ہے۔ جنگ کے بعد جرمنی کی اقتصادی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ اور لوگ فاقوں کا شکار ہو کر بیمار ہو گئے تھے ؂

معدہ اور امعاء کے امراض (بدہضمی۔ اسہال۔ پیچش وغیرہ) میں فاقہ بہت مفید ہے۔ بلکہ appendicitis جو بہت عام ہے۔ اس میں بھی عارضی طور پر فاقہ ضروری ہے۔ جلد کی امراض۔ جوڑوں کا درد۔ نقرس گنٹھیا وغیرہ سب میں فاقہ مفید ہے گردوں کی شدید سوزش۔ اور تمام شدید بخاروں میں فاقہ مفید ثابت ہوا ہے۔ موٹاپے کا بھی یہ علاج ہے۔ زیادتی خون اور ذیابیطس شکری میں بھی فاقہ نہایت زود اثر علاج ہے۔ جبشی قبائل اضطراری طور پر ایک دفعہ خوب پیٹ بھر کر پھر لمبا فاقہ کرتے ہیں۔ مگر ہم بالارادہ فاقہ کر کے ان کی نقل کرتے ہیں۔ نیچر خود تمام شدید امراض میں اشتہا کو بند کر کے ہم کو فاقہ کا سبق سکھاتی ہے۔ فاقہ سے زکام اور گلے کی سوزش کے متعلق جسم میں قوت مدافعت پیدا ہو جاتی ہے۔ (واضح ہو۔ کہ شدید زکام۔ یعنے زکام کے نئے حملہ میں روزہ رکھنا مضر ہے۔ ہاں پرانے زکام کے لئے روزہ بیشک مفید ہے) معمولی ٹائیفائڈ بخار (تپ محرقہ) کے بعض مریض بھی فاقہ سے صحت یاب ہوئے ہیں۔ ان مریضوں کو صرف پانی اور بعد میں صرف کھٹا دودھ (چھاچھ) پینے کو دیا گیا۔ اور بخار خود بخود اتر گیا ؂

بعض جلدی امراض میں دو دن کے فاقہ اور تیز جلاب سے مرض بالکل جاتا رہتا ہے۔ ایک ڈاکٹر نے بیان کیا۔ کہ میں دو قسم کے مریضوں کو ضرور فاقہ دیتا ہوں۔ ایک متمول لوگوں کے بچوں کو جو ضرورت سے زیادہ کھاتے ہیں۔ دوسرے شدید نمونیا (ذات الجنب) والوں کو بیس سال کے عرصہ سے وہ نمونیا کے مریضوں کو صرف پانی یا پھلوں کا رس دے کر صحت یاب کر رہے ہیں ؂

فاقہ کے بعد جسم میں چونکہ زیادہ غذا کو تحلیل کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اس لئے لمبے فاقہ کے بعد خطرہ ہوتا ہے (ماہ رمضان کے اختتام پر جو لوگ عید کے دن خوب پیٹ بھر کر بے وقت کھا لیتے ہیں۔ ان کے بیمار ہو جانے کی وجہ ظاہر ہے۔ پس اس دن بے اعتدالی سے بچنا چاہیئے)

آخر میں انہوں نے کہا کہ بحیثیت مجموعی فاقہ بہت سی امراض میں بہت مفید ہے۔ بشرطیکہ کسی قابل ڈاکٹر کی زیر ہدایت اسکی تعمیل ہو۔

خاکسار عرض کرتا ہے ہم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے خود ہی ہمارے لئے ایسے طبیب کو نازل فرمایا۔ جو حکمت کی کان تھا۔ اور اسی نے علم الٰہی سے ہمارے لئے روزہ کا نسخہ تجویز کر دیا۔ جو نہ صرف امراض میں مفید ہے۔ بلکہ سال میں ایک ماہ لگاتار روزے رکھنے سے جسم میں سے زائد مادے خود بخود نکل جاتے ہیں۔ اور اس طرح ہماری صحت عمومیہ اعتدال پر رہ سکتی ہے۔ پس روزہ حفظ ماتقدم کا کام بھی دیتا ہے۔ ہمارے روزوں میں چونکہ افراط تفریط کی راہ کو ترک کر دیا گیا ہے۔ اس لئے ان میں کوئی خطرہ نہیں۔ ایک ماہ کے لگاتار روزوں کے علاوہ جو کہ مشق کے لئے ضروری ہیں۔ بعض مسنون روزے بھی ہیں (جو اختیاری ہیں) جو لوگ بوجہ زیادہ کھانے کے عموماً بدہضمی کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ ان کو ان ایام سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ دونوں جہاں میں بھلا ہو گا ؂

اوپر کے بیان سے روزوں کی حکمت بخوبی واضح ہے۔ کہ روحانی فوائد کے علاوہ ان میں جسمانی فوائد بھی ہیں۔ میں ان نوجوانوں کی خدمت میں جو روزوں سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی حیلہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور ڈاکٹروں سے فتوے حاصل کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بیان کو غور سے پڑھیں۔ اور جان لیں۔ کہ شریعت کا کوئی حکم بھی چٹی نہیں۔ بلکہ ان میں ہمارا بالخصوص اور قوم کا بالعموم فائدہ ہے۔ پس ایسے لوگ اگر روحانی فوائد کے لئے نہیں۔ تو بطور تنزل جسمانی فوائد کی خاطر ہی اس حکم پر عمل انشراح صدر سے کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے سب حکموں پر بغیر کسی انقباض کے چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ؂

خاکسار:- محمد شاہ نواز - ایم - بی - ایس - بوگڈا ؂

نظارت تعلیم و تربیت کا اعلان

جملہ امراء و پریذیڈنٹ و سیکرٹری صاحبان جماعت ہائے احمدیہ کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ موسمی تعطیلات پر طلباء قادیان سے اپنے اپنے گھروں کو گئے ہیں۔ ان کے ہاتھ ایک۔ ایک فارم برائے خانہ پری بھیجا گیا ہے۔ جملہ ذمہ وار افسر صاحبان اسے مکمل کر کے اور اس کے مطابق عملدرآمد شروع کر کے دفتر نظارت تعلیم و تربیت میں بہت جلدی واپس فرمائیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ سابقہ اعلانات کی طرح اس پر بھی کوئی توجہ نہ کی جائے جماعت کی توجہ تعلیم و تربیت کی طرف بہت کم ہو رہی ہے جس کا نتیجہ اخلاقی عملی اور تعلیمی کمزوری کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب تک تمام جماعتیں نظارت ہذا سے پورا تعاون نہ کرینگی۔ لازماً یہ نظارت سلسلے کی ان اغراض کو جن کیلئے اس کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے۔ ہرگز پورا نہیں کر سکتی۔ لہذا تمام جماعتیں اور افراد پوری تندہی اور کوشش سے اس نظارت کے کام میں مدد دیں۔ اور اس کی سہل اور آسان صورت یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں سکرٹریاں تعلیم و تربیت مقرر نہ ہوں۔ وہاں جلد سے جلد اس عہدہ کے قابل احباب کو منتخب کر کے اطلاع دیں۔ تا کہ ضروری ہدایات وقتاً فوقتاً بھیجی جایا کریں۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

وصیتیں

نمبر ۲۰۹۳۔ میں سلامت علی ولد میاں امام الدین قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن نکو در ڈاک خانہ و تحصیل نکو در ضلع جالندھر۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ اگست ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت ۵۵ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ اُس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

بقلم خود سلامت علی احمدی کلارک دفتر سی۔ ایم۔ اے۔ لاہور:۔
گواہ شد:۔ قاضی عبد الرحیم محرر دعوت و تبلیغ قادیان۔ ۱۴/۸/۲۸
گواہ شد:۔ محبوب عالم خالد ابن خالد صاحب فرزند علی صاحب ۱۴/۸/۲۸

نمبر ۳۰۶۴۔ میں حبیب الرحمٰن ولد حافظ نبی بخش صاحب قوم ککے زئی پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال۔ بتاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت ذاتی جائداد کوئی نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار تنخواہ پر ہے۔ جو مبلغ ۵۸ روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز میری وفات کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو سکے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی:۔

نوٹ:۔ اس وصیت پر ۴/۲۹ سے عمل شروع ہوگا:۔
العبد خاکسار حبیب الرحمٰن بقلم خود۔ انگلش ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول پاک پٹن ضلع منٹگمری۔ گواہ شد۔ غلام احمد خان پلیڈر وکیٹ پاکپٹن

رشتہ مطلوب ہے

ایک لڑکی بیوہ عمر ۲۰ بیس سال۔ امور خانگی سے واقف۔ قرآن شریف پڑھی ہوئی کے واسطے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکا مبایع قوم کشمیری۔ عمر تیس سال سے کم برسر روزگار ہو۔ ضلع گجرات۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ و شہر جہلم کو ترجیح ہوگی۔ خط و کتابت

حاجی محمد پٹواری۔ مقام ڈنگہ متصل مشن سکول

الخطبہ

ایک لڑکا قوم لوہار عمر ۱۸ سال کنوارا پیشہ معماری ماہوار آمدن تیس روپے مکان رہائشی اپنا جدی رکھتا ہے۔ شادی کا خواہاں ہے۔ مخلص احمدی ہے۔ خواہشمند احباب اس کے بھائی مستری عبد العزیز موضع رووال ضلع گورداسپور سے خط و کتابت کریں۔ المشتہر:۔ محمد صادق ناظر امور عامہ قادیان

کمزوری دماغ اور طاقت کی مشہور دوا

رائے بہادر مولراج ایم۔ اے کی

دوج راج وٹی

یہ دوائی اعلیٰ درجہ کی مقوی دماغ اور مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔ اس کے استعمال سے مردوں کی شکایات مانع اولاد رفع ہو جاتی ہیں نیز ضعف معدہ۔ پرانا زکام دل کی دھڑکن کے لئے بہت مفید ہے بصارت کو بڑھاتی ہے۔ اور جسم میں خون صالح پیدا کرتی ہے۔ طالب علم و دیگر دماغی کام کرنے والے حافظہ کو بڑھانے کے لئے لگاتار ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں:۔

یکمشت چار پیکٹوں کے خریداروں کو خاص رعایت اپنے آرڈر کے ساتھ اس رعایتی کوپن کو کاٹ کر بھیجدیں۔ بجائے دس روپیہ کے قیمت (للعہ) نو روپے چارج ہوگی:

شیخ تفضل حسین صاحب سرکل انسپکٹر پولیس ونتی واڑہ بستی سٹیٹ ضلع رائے پور۔ یو۔ پی۔ جناب من تسلیم۔ میں نے آپ کے یہاں سے دوج راج وٹی ۸۰ گولی منگوا کر استعمال کی ہیں۔ واقعہ میں یہ دوائی جادو کا اثر رکھتی ہیں۔ براہ مہربانی ۴۰ گولی اور بذریعہ وی۔ پی بھیجدیں

بابو محمد ایوب خان صاحب قریشی پوسٹل کلرک منٹگمری میں نے آپ کی دوج راج وٹی دماغی کمزوری کے لئے استعمال کی ہے در اصل یہ گولیاں عجیب و غریب ہیں۔ اور نہایت فائدہ مند چیز معلوم ہوتی ہے:۔

بہترین ٹانک ہے مشہور روزنامہ مسلم آوٹ لک اخبار کے فاضل ایڈیٹر اپنی ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔ کہ ان تمام آیورویدک اور یونانی دوائیوں میں سے جو اس وقت تک نہایت کوشش سے ولایت کی طرح قابل اعتبار بنائی گئی ہیں۔ رائے بہادر مولراج ایم۔ اے کی دوج راج وٹی بھی عمدہ ٹانک ثابت ہے:۔

رعایتی کوپن الفضل

(رعایتی کوپن الفضل)
مکرم منیجر صاحب میتھ ادشالیہ لاہور ....
میرے نام چار پیکٹ دوج راج وٹی ۹ روپے ۱۲ آنے کا وی۔ پی بھیجکر مشکور فرمائیں:
نام معہ عہدہ ....
پورا پتہ ....

مختصر فہرست ادویات ارسال درخواست

منیجر میتھ ادشالیہ رائے بہادر مولراج ایم اے
بازار پاپڑ منڈی۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۔ لاہور

کیا آپ

کسی ایسی تجارت میں شریک ہونے کیواسطے تیار ہیں؟ جس کے منافع کی توقع پچیس فیصدی سالانہ ہو اور جس میں روپیہ بھی یکمشت اور زیادہ تعداد میں لگانا پڑتا ہے۔ اگر آپ بیس ماہ میں قسطوں کے ذریعہ صرف ۲۰ روپے ادا کر دیں۔ تو آپ کو گھر بیٹھے معقول فائدہ مل سکتا ہے آپ خود بیس روپیہ کی قلیل رقم سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ لیکن تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کے کاروبار میں بیس روپیہ لگا دینے سے آپ کو معقول نفع مل سکتا ہے:۔

مفصل حالات معلوم کرنے کیواسطے پراسپکٹس مفت طلب فرمائیے۔

دی تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور

محافظ اٹھرا گولیاں

(رجسٹرڈ)

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے حضرت مولانا مولوی نور الدین شاہی حکیم کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب و مقبول و مشہور ہیں۔ اور ان اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین اور خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہو کر والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنے (عہ) شروع حمل سے آخر رضاعت تک قریباً ۹ تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ منگانے پر فی تولہ ایک روپیہ لیا جائے گا:۔

ملنے کا پتہ

عبد الرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

ہندوستان کی خبریں

——— کراچی ۲۳ اگست۔ سندھ کے متعدد مقامات میں موسلادھار بارش سے پھر خطرناک طغیانی آگئی ہے۔ سینکڑوں مویشی اور بہت سے فصل تباہ و برباد ہوگئے۔ باشندوں کی حالت قابل رحم ہے

——— کلکتہ ۲۲ اگست۔ آج جسٹس بک لینڈ نے ایسٹ انڈین ریلوے کو اخبار پاؤنیر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کے خلاف بیس ہزار روپیہ کے ہرجانہ کی ڈگری دے دی۔ ان اخبارات نے بلوہ میں ریلوے ٹرینوں کے حادثہ کے تصادم کے متعلق ایک مکتوب "خوف زدہ عینی شاہد" کا شایع کیا تھا۔

——— پشاور ۲۳ اگست۔ افغانستان کی تازہ اطلاع یہ ہے۔ کہ یوم استقلال افغانستان کا گیارھواں سالانہ جشن ۱۸-۱۹ اور ۲۰ اگست کو کابل میں منایا گیا۔

——— لاہور ۲۳ اگست۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک دیہاتی مسلمان عورت کپڑا خریدنے کی غرض سے بزاز ہٹہ کے ایک ہندو کی دکان پر کپڑا دیکھ رہی تھی۔ کہ بزاز نے اُسے دیہاتن سمجھکر مذاق کرنا شروع کر دیا۔ اس پر اُس عورت نے بزاز کے دو تھپڑ رسید کر دئے۔ اور کپڑا خرید کئے بغیر واپس چلی گئی۔

——— منٹگمری ۲۲ اگست۔ دریا میں زبردست طغیانی کے باعث کینل ہیڈ ورکس میں ایک شگاف بمقام سلیمانکی ہوگیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ گاؤں بڑی تعداد میں نیست و نابود ہوگئے ہیں۔ اور فصل بالکل تباہ ہوگئی۔ افسران فوری تدابیر عمل میں لا رہے ہیں۔

——— لاہور ۲۱ اگست۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر جو مقدمہ مولوی ظفر علی۔ مسٹر منگل سنگھ اور دیگر سات آدمیوں پر چلایا گیا تھا اس میں مولوی ظفر علی نے بیان دیا۔ کہ وہ جلوس کے پیچھے پیچھے ایک جرنلسٹ کی حیثیت سے تھے۔ اور شہر کے کوتوال نے انہیں بتایا تھا۔ کہ جلوس ہی میں سے گرفتاریاں ہونگی۔ بحث و مباحثہ کے بعد عدالت نے انہیں رہا کر دیا۔

——— الہ آباد ۱۹ اگست۔ مولوی محمد یعقوب اور مسٹر عبد المتین کی سرکردگی میں اسمبلی کے بعض مسلمان ممبران نے اس امر کا ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ کہ علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو بھی ویسی ہی مالی امداد دی جائے۔ جیسی کہ پچھلے سال بنارس ہندو یونیورسٹی کو دی گئی تھی۔ یعنی اُسے تین لاکھ روپیہ سالانہ اور پندرہ لاکھ روپیہ یکمشت عطا فرمایا جائے۔

——— آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا جلسہ جمعہ ۶ ستمبر کو تین بجے دن کے اور مجلس منتظمہ کا یکشنبہ ۸ ستمبر کو ۱۱ بجے دن کے لونگ وڈ ہوٹل شملہ پر منعقد ہوگا۔ اور ان جلسوں میں گذشتہ کارروائی کی تصدیق و اطلاع کے علاوہ ہندوستان و انگلستان میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے مقاصد و اغراض کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مناسب تدابیر پر غور کرکے راہ عمل معین کی جائے گی۔

——— شملہ ۲۳ اگست۔ صدر مرکزی مجلس آئین ساز

کے اختیارات کے جس مسئلہ پر ماہ اپریل سے ہر حلقہ میں برا بر اُٹھائے گیا جا رہا تھا۔ اس کی ہندوستان کے گزٹ میں حسب ذیل وضاحت کی گئی ہے۔ قانون نمبر ۱۷ کے بعد دفعہ الف بڑھائی جائے دفعہ نمبر ۱۷۔ الف۔ دفعات نمبر ۱۵۔ و نمبر ۱۷ کے اختیارات صدر کا لحاظ نہ کرتے ہوئے صدر کو یہ مجاز ہرگز نہ ہوگا۔ کہ وہ کسی تجویز کو روک سکے۔ یا اس میں تاخیر کے اسباب پیدا کرے۔ یا کسی مسودہ کی کسی تحریک پر بحث کی اجازت نہ دے یا مجلس میں پیش نہ کرے۔ یا پیش کرنے میں تساہل سے کام لے

——— پشاور ۲۳ اگست۔ اس امر کی رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ کہ امان اللہ خاں کے وکیل التجارت نے جنرل نادر خان کو جو روپیہ بھیجا تھا۔ وہ تاری لیڈروں نے لوٹ لیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مختلف قبایل میں جنگ جاری ہے۔

——— بمبئی ۲۵ اگست۔ ہندوستان میں اسوقت جو صورت حالات پیدا ہوگئی ہے۔ اس کا اثر لنڈن کے سرکاری حلقوں پر بھی ہوا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں معلوم ہوا ہے۔ کہ لیبر حکومت چاہتی ہے۔ کہ جلد از جلد اس صورت حالات پر قابو پا لیا جائے کہ جس سے موجودہ فضا ٹھیک ہو جائے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اسی سلسلہ میں گاندھی جی اور پنڈت موتی لال نہرو کو لنڈن میں مدعو کیا جائے گا۔

——— الہ آباد ۲۴ اگست۔ سیشن جج میرٹھ نے دو بھائیوں کو پھانسی کی سزا اس الزام میں دی تھی۔ کہ انھوں نے کالی دیوی کو خوش کرنے کے لئے ایک برہمن اور ٹھاکر وب کو مار مار کر مار دیا۔ ہائیکورٹ نے ان کی سزا میں تخفیف کرکے اُسے عمر قید میں تبدیل کر دیا ہے۔

——— راجشاہی ۲۴ اگست۔ بی۔ اے کلاس کے تمام سائنس کے طلبا نے ہڑتال کر دی ہے۔ اُنھیں شکایت ہے کہ سائنس کا کمرہ جہاں لیکچر دئے جاتے ہیں۔ کافی ہوادار نہیں ہے۔ اس لئے ان کی تندرستی پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

——— میرٹھ ۲۳ اگست۔ مسٹر جگر ورتی اور مسٹر سنہار وکلائے صفائی نے ایک بار پھر اس کی کوشش کی ہے۔ کہ وہ مقدمہ سازش میرٹھ کے پندرہ ملزموں کی ضمانت کرالیں انھوں نے درخواست میں لکھا ہے۔ کہ میرٹھ میں مقدمات کی سماعت کی جانی درست نہیں ہے۔ اور جب یہ ہے۔ تو ملزموں کو اسوقت تک کے لئے ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ جبتک کہ دوسرا مناسب مقام سماعت کے لئے مقرر نہ کر لیا جائے۔

——— لکھنؤ کی پولیس نے بیکانیر کی طرف کی دو عورتوں کا اس الزام میں چالان کیا تھا۔ کہ ان کی کوئی ظاہری وجہ معاش معین نہیں۔ اور ۵۲ جعلی چونیاں ان کے پاس سے برآمد ہوئی تھیں۔ ابتدائی عدالت نے ان کا مقدمہ عدالت سیشن میں بھیجدیا جہاں اسیسروں کی غالب تعداد نے ان کو "بے قصور" قرار دیا مگر سیشن جج صاحب نے اودھ چیف کورٹ سے اس معاملہ میں استصواب کیا۔ آنریبل چیف جج اور جسٹس سید محمد رضا کے بنچ نے دونوں عورتوں پر جعلی سکے چلانے کا جرم ثابت شدہ قرار دے کر ان کو دو دو سال قید سخت کا حکم سُنایا۔

ممالک غیر کی خبریں

——— لنڈن ۲۲ اگست نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ پارلیمنٹ کے بہت سے مزدور ممبروں نے مزدور وزارت کو تنبیہ کی ہے۔ کہ انہیں ہندوستان میں حکومت خود اختیاری قائم کرنے کی طرف فوری قدم اٹھانا چاہیئے۔

——— لنڈن ۲۲ اگست۔ سائمن مرکزی کمیٹی میں پنجاب کے متعلق یہ تجویز پیش ہوئی تھی۔ کہ پانچ وزرا کا ایک کابینہ ہونا چاہیئے جس میں تین مسلمان وزراء ہوں۔ لیکن اکثریت کی مخالفت کے باعث تجویز گر گئی۔

——— لنڈن ۲۲ اگست۔ اس امر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ مزدور وزارت نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ انڈین لیجسلیچر ز صوبجاتی کونسلوں کو ان کی موجودہ عمر ختم ہونے پر توڑ دیا جائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کو اس قسم کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

——— کیلیفورنیا کے پروفیسر سر جیمس پی گریس نے بجلی کا ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے۔ جس کی مدد سے اب بہرے سن سکتے ہیں اور گونگے بول سکتے ہیں۔

——— کینبرا ۲۲ اگست۔ وزیر اعظم مسٹر بروس نے آج پارلیمنٹ میں بیان کیا۔ کہ حکومت نے برطانیہ کو اطلاع دے دی ہے۔ کہ اگر نہر سویز کی پوری حفاظت نہ کر دی گئی۔ تو آسٹریا کوئی نیا معاہدہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

——— لنڈن ۲۴ اگست۔ سر فرانسس ہمفریز سابق برطانوی سفیر افغانستان کو شہر میں ایک نہایت ذمہ دار عہدے پر فائز کر دیا گیا۔

——— قسطنطنیہ ۲۳ اگست۔ شہر کے گلی کوچوں میں جب کوئی دیوانہ یا گنوار گذرتا تھا۔ تو لوگ۔ عام طور پر طرح طرح کے آوازے کسا کرتے تھے۔ اب حکومت ترکیہ نے اسے "قانوناً" بند کر دیا ہے۔ پولیس نے ان احکام کو توڑنے والوں کی چند ایک گرفتاریاں بھی کی ہیں۔

——— طہران ۲۲ اگست۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ایران اور حکومت حجاز میں دوستانہ معاہدہ کی تکمیل کے لئے جو گفت و شنید ہو رہی تھی۔ وہ ایک معاہدہ کی صورت میں کامیابی کے ساتھ ختم ہوگئی۔

——— لنڈن ۲۴ اگست۔ وزارت بحریہ کا بیان ہے۔ کہ "سسکس" اور "برہام" نامی جنگی جہاز آج ہائی کمشنر کی درخواست پر مالٹا سے فلسطین جا رہے ہیں۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ ان کی روانگی یہودیوں کی ماتمی دیوار کے فساد کے سلسلے میں عمل میں لائی جا رہی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ فوج کا ایک دستہ بھی وہاں روانہ کر دیا گیا ہے۔

——— بیت المقدس ۲۳ اگست۔ عربوں اور یہودیوں کے درمیان براق شریف کے معاملہ میں جو جھگڑا حال میں ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ آج ان دونوں گروہوں میں دو گھنٹہ سڑکوں پر لڑائی ہوئی۔ جس میں ۹ یہودی اور ۲ عرب قتل ہوئے۔ اور طرفین سے ۷۰ زخمی ہوئے۔ تمام دوکانیں بند ہیں۔ تمام پولیس کی جمعیت اور سلح گارڈ طلب کر لی گئی ہیں۔